

منشریہ شرکت وراقت دکن
(۲)

عہدِ نبوی کے میدانِ جنگ

اعزوی

انرا

محمد حمید اللہ

استاذ قانون بین الممالک

جامعہ عثمانیہ



۱۳۶۲ھ م ۱۳۵۲ھ ف م ۱۹۲۵ء

ریچرچ کلڈار مکتبہ پاکستان، ۵۴ سرکلر روڈ ڈیروں موچی دروازہ عم سکہ عثمانیہ لاہور

سول ایجنٹ - بیرون حیدر آباد

مکتبہ پاکستان، ۵۴ سرکلر روڈ - بیرون موچی دروازہ - لاہور

سلسلہ شرکت وراقتِ دکن نمبر ۲

عہدِ نبویؐ کے میدانِ جنگ

از

ڈاکٹر محمد حمید اللہ

استاذ قانون بین الممالک
جامعہ عثمانیہ

مطبوعہ

انتظامی پریس حیدرآباد دکن

(۲۰۰۰)

ڈو فریج اڈیشنوں کے علاوہ
اردو میں تیسرا ایڈیشن

فہرست مضامین

۳۴	۱۳۵۰۴۴	۷ خندق	۱	۱ دیباچہ طبع ثالث
۴۴		۸ فتح مکہ	۲	۲ باعث تحریر
۴۹		۹ حنین اور طائف	۵	۳ عہد نبوی کی جنگوں کے وجوہ
۵۴		۱۰ یہودیوں کی لڑائیاں	۱۴	۴ بدر
۵۷		۱۱ کتابیات	۲۲	۵ موجودہ بدر کے آثار و کتببات
			۲۶	۶ اُحد

فولو اور نقشہ

- ۱ حدود حرم - حدیبیہ - بیعت گاہ عقبہ (۴ عدد)
- ب غار حرا - غار ثور (۲ عدد)
- ج - طائف (۵ عدد)
- د حراء - مسجد - خیف - اونٹ کی مورت - (۴ عدد)
- ۴ نقشہ میدان بدر
- و-ز- حالیہ بدر (۷ عدد)
- ح-ط- حالیہ اُحد (۳ عدد)
- ی نقشہ میدان اُحد
- ک نقشہ اُحد و خندق
- ل آثار خندق (۲ عدد)
- م شہیتہ اوداع - اطم الضحیان - سقیفہ بنی ساعدہ - مسجد عنامہ - مسجد السبق
- ن نقشہ فتح مکہ - نقشہ حدود حرم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ طبع ثالث

پانچ برس ہوئے، ۱۳۵۹ھ میں یہ مضمون ”مجموعہ تحقیقات علمیہ جامعہ عثمانیہ (شعبہ دینیات و فنون سالنامہ ہفتم) میں شائع ہوا تھا، اور اس کے کچھ زائد نسخے بھی چھپ کر الگ شائع ہوئے تھے۔ وہ پہلی کوشش غیر معمولی طور پر مقبول رہی۔ اور اگرچہ اس پورے دوران میں جنگ کے باعث مکرر سفر حجاز کا موقع نہ ملا، اور غزوہ خیبر کے اہم تیشہ جزو کی تکمیل نہ ہو سکی، لیکن بہر حال عام نظر ثانی اور ترمیم و اصلاح کے بعد اب مکرر شائع کیا جاتا ہے۔ کاغذ کی گرانی اب بھی انتہا پر ہے، مگر سابقہ ذخیرے کے ختم ہو جانے اور طلب کے جاری رہنے نے مکرر طبع پر آمادہ کر دیا ہے۔

جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ

دیباچہ

حالیہ چند صدیوں میں علوم و فنون کی ترقی سے جنگ کے طریقوں اور اصولوں میں
باعت تحریر | اتنا کچھ انقلاب آگیا ہے کہ قدیم زمانے کی لڑائیاں، چاہے اپنے زمانے میں کتنی
ہی عہد آفریں کیوں نہ رہی ہوں، اب بچوں کا کھیل معلوم ہوتی ہیں۔ آج کل بڑی سلطنتوں کے لئے
ایک ایک کرڈر کی فوج کو بیک جنبش قلم حرکت میں لالینا معمولی بات ہے۔ اسلحہ میں اتنی کچھ ترقی
ہو گئی ہے کہ قدیم ہتھیار عجائب خانوں میں رکھنے کے سوائے بہت کم کچھ کام آسکتے ہیں۔ ذرائع حمل و
نقل بھی اب پہلے سے اتنے بدل گئے اور تیز اور کثیر ہو گئے ہیں کہ مہینوں کا کام گھنٹوں میں ہو جاتا ہے۔

اور انھیں وجہ سے شاید ایک عاویٰ یہ خیال کرتا ہوگا کہ قدیم زمانے کی جنگوں کا تذکرہ چاہیے تو تاریخ کے لئے کتنا ہی اہم کیوں نہ ہو، ان کا عملی فائدہ آج کل کچھ نہیں۔

لیکن انگلستان میں طلباء کے حربیات کو آج بھی آغاز تعلیم و تربیت پر پہلے ہی دن سنا دیا جاتا ہے کہ

"It must be understood by all officers that the most important part of their individual training is the work they do by themselves.... Military history must unquestionably have the most important place in such study as being the best means of learning the true meaning of the principles of war and their application, and of studying the preponderating part which human nature plays in all operations... Military history, as already stated, is of great importance in the instruction of officers. It is for this reason that a special campaign, or a special period of a campaign, is selected every year for general study during the individual training season.

"جہاں افسروں کو یہ جان لینا چاہئے کہ ان کی انفرادی تربیت کا سب سے اہم جز وہ کام ہے جسے وہ خود انجام دیں..... فوجی تاریخ کو بلا شک و شبہ اس قسم کے مطالعے میں سب سے اہم جگہ ملنی چاہیے کیونکہ اصول جنگ کے صحیح مفہوم اور ان کے اطلاق کو سمجھنے اور یہ معلوم کرنے کا کہ ہر فوجی کا روانی میں انسانی فطرت ہی سب سے زیادہ موثر حصہ لیتی ہے یہی سب سے بہتر ذریعہ ہے..... جیسا کہ بیان ہوا، افسروں کی تعلیم میں فوجی تاریخ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انفرادی تربیت کے موسم میں ہر سال عام مطالعے کے لئے کوئی خاص فوجی مہم یا کسی مہم کا کوئی خاص دور منتخب کیا جاتا ہے۔"

"In the study of military history the object should be to derive from the records of the past فوجی تاریخ کے مطالعے کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ گزشتہ فوجی معرکہ آرائیوں

campaigns lessons applicable to the present. To read with a view to acquire merely knowledge of historical events is of little value. The size of modern armies and their improved armaments and means of communication render many lessons of the past inapplicable to the present. But human nature and the underlying principles of war do not change, and it is for this reason that valuable lessons can be learned from even the most ancient campaigns."

(War Office Training Regulations, 1934, pp. 23-23)

کی یادداشت سے ایسے سبق حاصل کریں جن کا اب اطلاق ہو سکے صرف اس غرض سے پڑھنا کہ محض تاریخی واقعات کا علم ہو جائے کچھ زیادہ مفید نہیں۔ زمانہ حال کی فوجوں کی وسعت اور ان کے ترقی یافتہ اسلحہ اور ذرائع حمل و نقل کے باعث ماضی سے حاصل ہونے والے بہت سے سبق حال پر منطبق نہیں ہو سکتے۔ لیکن انسان کی فطرت اور وہ قواعد جن پر جنگ ہوتی ہے بدلتے نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ نہایت قدیم زمانے کی معرکہ آرائیوں سے بھی قیمتی سبق سیکھے جاسکتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ گزری ہوئی معرکہ آرائیوں کے مطالعے سے پورا فائدہ اسی وقت اٹھایا جاسکتا ہے جب اس بات کا نہایت احتیاط کے ساتھ پتہ چلایا جائے کہ سپہ سالاروں نے اصول کا کس طرح انطباق کیا اور اس سے کیا نتائج پیدا ہوئے

عہد نبوی کی جنگیں تاریخ انسانی میں غیر معمولی طور سے ممتاز ہیں۔ اکثر و گنی تگنی اور بعض وقت دس گنی قوت سے مقابلہ ہوا، اور قریب قریب ہمیشہ ہی فتح حاصل ہوئی۔ دوسرے چند محلوں پر مشتمل ایک شہری مملکت (City state) (سٹی اسٹیٹ) سے جو آغاز ہوا وہ روزانہ دو سو چوبیس ہزار میل کے اوسط سے وسعت اختیار کرتی ہے اور دس سال بعد جب آنحضرت صلعم کی وفات ہوئی تو دس لاکھ سے بھی زیادہ میل میل کا رقبہ آپ کے زیر اقتدار آچکا تھا۔ اس تقریباً ہندوستان کے برابر وسیع علاقے کی فتح میں جس میں یقیناً ملینوں کی آبادی تھی دشمن کے ہتھیاروں اور اسلحہ سے آویس ہوئے مسلمان فوج کا مشکل سے

اس دس سال میں ماہانہ ایک سپاہی شہید ہوتا رہا۔ انسانی خون کی یہ غزت تاریخ عالم میں بلا خوف تردید بے نظیر ہے۔ پھر ان فتوحات کا دوسرا پہلو قبضے کا استحکام، مفتوحوں کی ذہنیت کی کاپاپلٹ اور ان کا مکمل طور سے اپنا لپا جانا اور ایسے افسروں کی تربیت کر جانا کہ آپ کی وفات کے پندرہ ہی سال بعد تین براعظموں (ایشیا، افریقا اور یورپ) پر پھیلے ہوئے علاقوں پر مدینے کی حکومت کا قائم ہو جانا، یہ تمام اور دیگر امور ہمیں عہد نبوی کی جنگوں کا مطالعہ کرنے کا غیر معمولی طور سے شایق بنا دیتے ہیں۔

مشکلات | سیرت نبوی پر دنیا کی ہر مہذب زبان میں کم یا زیادہ تفصیل کے ساتھ مواد فراہم ہو چکا ہے۔ اس مواد کے فراہم کرنے والے دوست بھی ہیں، مخالف و معاند بھی، سیرت نبوی کے جنگی حصے پر بھی مواد کی کوئی کمی نہیں لیکن غزوات نبوی پر تاریخی نہیں بلکہ حربیاتی (فن حرب کے) نقطہ نظر سے میرے پڑھنے یا سننے میں اب تک کوئی چیز نہیں آئی۔ ساڑھے تیرہ سو سال پہلے کی جنگوں پر کچھ لکھنے کے لئے حربیاتی اور تاریخی دو بالکل مختلف قسم کی مہارتیں درکار ہیں۔ میں ان دونوں سے بھی محروم رہا ہوں۔ لیکن ”مردے از غیب برو آید و کارے بکند“ کا یا خود میں ان صلاحیتوں کے پیدا ہونے اور ”تو من تیل“ کے فراہم ہونے کا انتظار کرنا ان تھوڑے بہت معلومات کو بھی ضائع کر دینا تھا، جو مطالعے اور سفر سے اتفاقاً مجھے حاصل ہوئے ہیں۔ اس لئے جو بھی مجھ سے ہو سکا مرتب کیا گیا ہے۔ اور اس کی کوتاہیوں کے پورے احساس و اعتراف کے ساتھ انادے و اعلام کے لئے نہیں بلکہ اصلاح و ترمیم کی غرض سے اہل علم کی خدمت میں پیش ہے۔

۱۵۰ھ میں حضرت عثمان کے زمانہ میں طبری کے بیان کے مطابق مسلمانوں نے اندلس کے کچھ حصے پر قبضہ کر لیا، اور باوجود کمک نہ آنے کے وہیں حاکمانہ و قابضانہ یقین رہے۔ تا آن کہ ۹۲ھ میں طارق نے آکر فتح کو مکمل کیا۔ (تاریخ طبری ص ۲۸۱) نیز ۱-
Decline and Fall of Roman Empire. مؤلف گبن ص ۵۵۵ وغیرہ

عہد نبوی کی جنگیں

وجوہ جنگ | عام طور سے معلوم ہے کہ ۱۳ قہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر مکہ سے توحید کی دعوت دینی شروع کی (دیکھیے تصویر فارحرا) چونکہ یہ بلاوا ایک تو ملک کے عام بت پرستانہ موروثی رسم و رواج کے خلاف تھا، اور دوسرے اس دعوت پر لبیک کہنا اس کے داعی کو اپنا سردار بنا لینا تھا جو سرداری کو ایک جو نیر گھرانے میں منتقل کرنے کے مترادف ہونے کے باعث اور تو اور خود رسول اللہ کے خاندان (بنی ہاشم) کے متعدد و سمر لوگوں کو سخت ناپسند تھا۔ سینیر گھرانہ عملی مخالفت پر آتا آیا تو عوام بھی گھاس پھوس کی طرح ہوا کا ساتھ دینے اور اس کی رو کے رخ جھک جانے پر مجبور تھے۔

دنیا کی ہر چیز سے منہ موڑ کر تن من دھن سے اس تحریک کو چلانے اور آٹھ دس سال گزر جانے کے باوجود گئے کا چھوٹا سا قصبہ بھی (جیسا کہ وہ اس وقت تھا) ہمنوا نہ ہو سکا، بلکہ مخالفت سے جان ہی کے لالے پڑ گئے۔ شفیق بیوی اور بزرگ خاندان اور حامی و محافظ چچا (ابوطالب) کی ایک ساتھ وفات آپ کے لئے معمول سے زیادہ دشواریوں کا باعث بنی، کیونکہ نئے بزرگ خاندان چچا (ابولہب) سے شروع ہی سے مخالفت تھی، اور اب اس چچا نے بزرگ خاندان بننے پر ابتدا قبیلہ کی اور پھر صاف صاف "جات باہر" کر دیا۔ مجبوراً آنحضرت کو نئے محافظ ڈھونڈنے پڑے۔ آپ کو خیال آیا کہ آپ کے ماموں (اخوان) کا خاندان بنو عبید یا لیل طائف میں بسنا ہے۔ آپ کے چھوٹے چچا اور ولی رفیق حضرت عباس طائف میں رقی لین دین کر کے کافی رسوخ رکھتے تھے۔ یہ مقام مکے سے زیادہ دور بھی نہ تھا، یہ پچاس میل ہوتا ہے۔ آج بھی مکے سے عصر کے بعد پانچ بجے کے قریب گدھے پر سوار ہوں تو آدھی رات کو جبل کرا کے دامن میں پہنچ جاتے ہیں، فجر کو چڑھائی شروع کریں تو قبل ظہر گدھا طائف پہنچا دیتا ہے۔ اونٹ بیس پچیس میل روز طے کر کے طریق الجحرا نہ پر دو دن لیتا ہے۔ جدید "طریق السیارہ" کے نشتر میل ڈاک کی موٹر لار

۱۵۱ کے سیاسی نظام وغیرہ کے لئے دیکھیے میرا خصوصی مضمون "شہری مملکت مکہ" (معارف اعظم گڑھ، جنوری و فروری ۱۹۲۲ء)

تین چار گھنٹوں میں طے کر لیتی ہے۔ غرض طائف، جو عام اہل مکہ کے لئے اُس زمانے میں بھی ہر سال گریا میں وہی کوشش رکھتا تھا جو اب ہم نیلگری یا شملے کے لئے محسوس کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور آپ بڑی اُننگوں کے ساتھ ایک خادم کے ہمراہ وہاں پہنچتے اور وہاں کے رشتہ دار سرداروں میں پرچار آغا نہ کرتے ہیں۔ مکہ چونکہ طائف کے مال کے لئے نکاسی کی منتڈی تھا اور ہر سال گریبوں میں مکے کے مالدار تاجر طائف آکر اس "ٹورسٹ ٹرافک" کے ذریعے سے وہاں کی آمدنی کا ایک بہت بڑا ذریعہ بنتے تھے، اس لئے طائف کے لئے مشکل تھا کہ مکے کو ناراض کرے۔ پھر یوں بھی توحید کی دعوت طائف میں بھی سیاسی اور مذہبی وجود سے وہ تمام مشکلیں رکھتی تھی جو مکے میں تھیں۔

طائف میں آج تک وہ باغات اور مقامات محفوظ ہیں جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر کے شیر بچوں اور اُن کے پتھراؤ سے تنگ آکر پناہ لی تھی، اور بعض فراخ دل باغبانوں نے آپ کی میوے سے ضیافت کی تھی۔ یہ شہر پناہ کے باہر جنوب مغربی سمت میں دریا کے وچ کے کنارے کنارے جائیں تو انگور، انجیر وغیرہ کے باغات میں چھوٹی چھوٹی درخت طلب مسجدوں کی صورت میں ملتے ہیں۔ (دیکھیے تصاویر طائف ص ۱۱۵)

غرض طائف کا سفر اتنا بے نتیجہ رہا کہ باوجود جان کے خطرے کے آنحضرت مکہ ہی واپس ہونا پسند کرتے ہیں، اور اپنے قبیلے سے بے تعلق ہو جانے کے باعث شہر کے باہر ٹھہر کر بعض شناساؤں کی مدد سے شہر کے متعدد فیاض سرداران قبائل سے یکے بعد دیگرے اپنی حفاظت میں لینے کی درخواست کرتے ہیں۔ عام حالتوں میں کوئی عرب کبھی ایسی درخواست کو رد نہیں کرتا، مگر آنحضرت کو اپنی پناہ (جواری) میں لینے کے لئے اس وقت غیر معمولی کردار کی ضرورت تھی۔ کیونکہ پورا شہر آپ کا مخالف تھا۔ اور درمیان آدمیوں کے انکار کے بعد آخر ایسا ایک شخص نکل ہی آیا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس پناہ دہی کے معاوضے میں یہ اقرار کرنا پڑا کہ شہر میں تبلیغی تقریریں نہیں کی جائیں گی۔

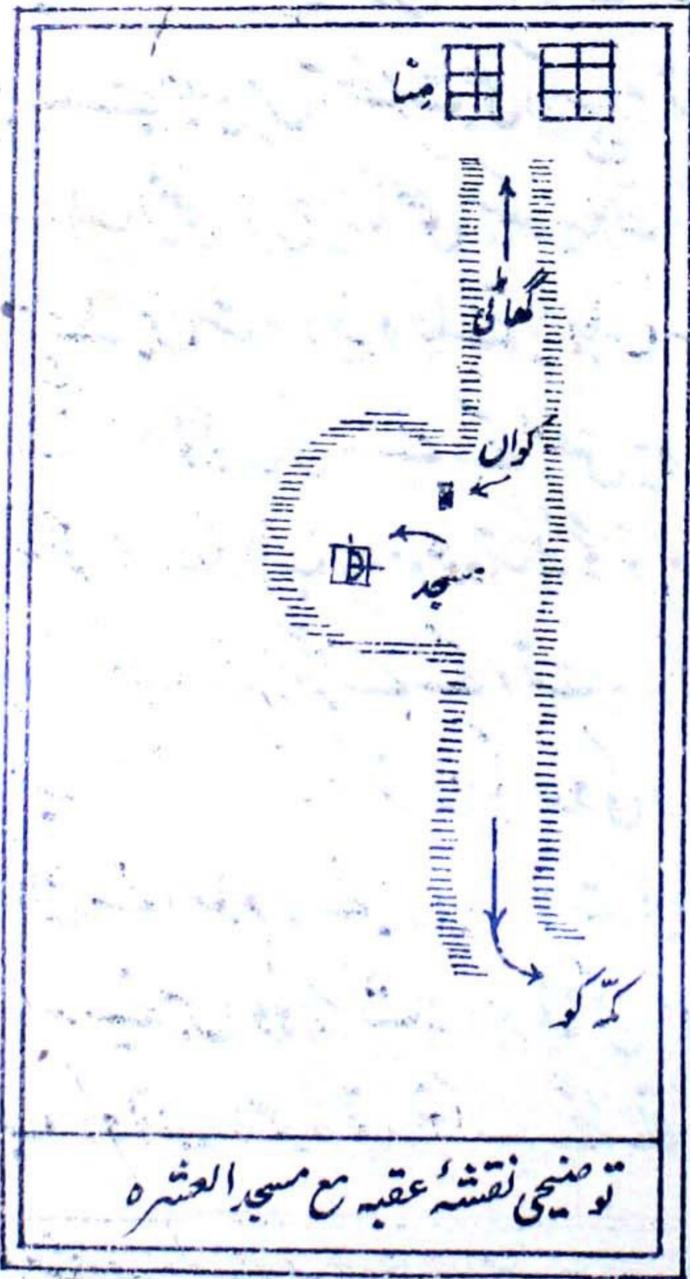
مکے کے باہر تبلیغ پر پابندی نہ تھی اور حج کے زمانے میں مکے سے مشرق میں ڈھائی تین میل پر مینا کا اجتماع ایک مشکل سہی لیکن بہر حال کھلم کھلا میدان عمل تھا۔ چنانچہ طائف سے واپس آتے ہی ذی الحجہ ۳۱ھ میں آپ نے مینا میں عرب کے شمال و جنوب اور مشرق و مغرب سے آنے والے حجاج کی پندرہ جماعتوں کو یکے بعد دیگرے پڑھایا۔

اور ایک تو انہیں اپنی تحریک کے اصول اور غرض و غایت سمجھانی اور دوسرے ان سے درخواست کی کہ مجھے اپنے ملک میں لے جاؤ اور مجھے اپنی حفاظت میں اس تحریک کو چلانے دو۔ جلدی ہی تم نہ صرف پورے عرب کے سردار ہو جاؤ گے بلکہ قصیر و کسریٰ کے خزانے بھی تمہارے ہاتھوں میں نچھاور ہو جائیں گے۔ اس پر ظاہر بڑے بولن پر کسی نے مذاق کیا، کسی نے جھٹک دیا، کسی نے قریش کا ڈر بتا کر اخلاق سے معذرت کر لی۔ استغلال کا کیا ٹھکانا ہے کہ یکے بعد دیگرے پندرہ جماعتوں سے یہی کوشش کی۔ ہر وقت قریش کا ایک خدائی فوجدار ساتھ لگا رہتا اور دور ہی سے اہل قبیلہ لوگ بھاگ کر کہہ دیتا کہ اس کو دو دینا نہ صرف ایک مجنون اور جادوگر کا ساتھ دینا ہے بلکہ ہم (قریش) سے لڑائی مولیٰ اپنی ہے۔

مینا کے قریب راستے کے دونوں طرف پہاڑوں کی ایک مسلسل دیوار ہے۔ مکے سے جائیں تو حد و مینا شروع ہونے کو بمشکل ایک فرلانگ رہتا ہے کہ بائیں ہاتھ پر اس پہاڑی دیوار میں ایک چھوٹا سا حماؤ آتا ہے جو کمان بلکہ نصف دائرے کی شکل کا ہے اور آٹا بڑا کہ دلی کی جامع مسجد یا حیدرآباد کی

مکہ مسجد مع اپنے صحنوں کے اس کے اندر سما سکیں۔ یہ مقام عقبہ کہلاتا ہے۔ اس کے اندر ایک بہت بڑا کنواں ہے اور اندر آج کل زراعت بھی ہوتی ہے، اور جس مقام پر مشہور بیعت ہائے عقبہ ہوئی تھیں، وہاں ایک کافی بڑی مسجد بھی ہے، جس پر گو چھپت نہیں ہے۔ لیکن قبلہ رخ اور مینا کی سمت کی بیرونی دیوار پر دو قدیم کوئی کہتے ہیں، اسے آج کل مسجد العشرة کہتے ہیں، اس میں شبہ نہیں کہ یہی مسجد بیعت عقبہ ہے، کیونکہ تاریخ مکہ کے مشہور ماہر تقی الدین الفاسی نے اپنی تاریخ مکہ کے آخری ایڈیشن "تحصیل المرام فی اخبار البلد الحرام" (مخطوطہ قرون فاس) میں لکھا ہے :-

مسجد البیعة وهذا المسجد بقرب عقبہ منی و
بینہ و بین العقبة غلوة او اکثر وهو علی یسار الذاہب الی



توضیحی نقشہ عقبہ مع مسجد العشرہ

۱۔ ابن ہشام ص ۲۴۲ سے ابن ہشام ص ۲۴۲ سے عقبہ اصل میں پہاڑی راستے یا گھاٹی کو کہتے ہیں اور یہ مقام اصل میں عند العقبة (گھاٹی کے پاس) کہلاتا ہے۔ گھاٹی سے مینا کا راستہ مراد ہے۔

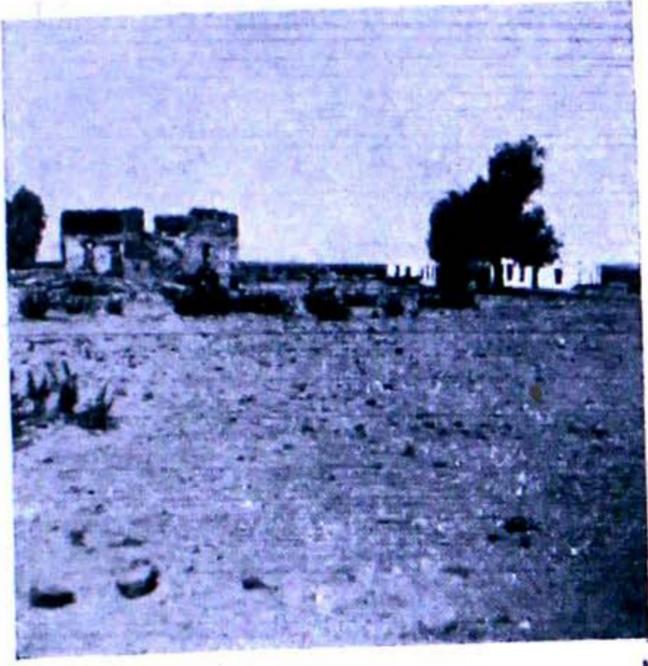
متی و عمرق سنة ۱۴۴ ثم ۶۲۹ من قبل المستنصر العباسی والعمارة السابقة من قبل المنصور
ترجمہ (مسجد البیعة..... یہ مسجد منا کی گھاٹی کے قریب ہے اتنا کہ اس کا اور گھاٹی کا فاصلہ پھر پھینکنے
کی زویا اس سے کچھ زیادہ ہے اور یہ منا کو جانے والے کے بائیں ہاتھ پر ہے۔ یہ مسجد ۱۲۳ھ میں
بنی اور پھر ۶۲۹ھ میں مستنصر باللہ عباسی نے تعمیر کی پہلی تعمیر منصور کے زمانے کی ہے)۔

غرض یہ عقبہ ایسا ہے کہ پچیس پچاس آدمی وہاں رہیں تو منا آنے جانے والے اسے محسوس بھی
نہیں کرتے۔ مدینے کے پانچ چھ آدمیوں سے آنحضرت کی ہمیں ملاقات ہوئی۔ یہ واضح نہیں کہ آیا یہ چھوٹی سی
جماعت ہمیں اپنا خیمہ لگا کر مقیم تھی یا کسی وجہ سے اس ملاقات کے وقت اس عقبہ میں آئی ہوئی تھی۔
اس جماعت نے اسلام اور توحید کی دعوت سنی تو شوق سے گفتگو کی اور ہر طرح امداد کا وعدہ کیا
دا بن ہشام ص ۲۸۶ و ما بعد

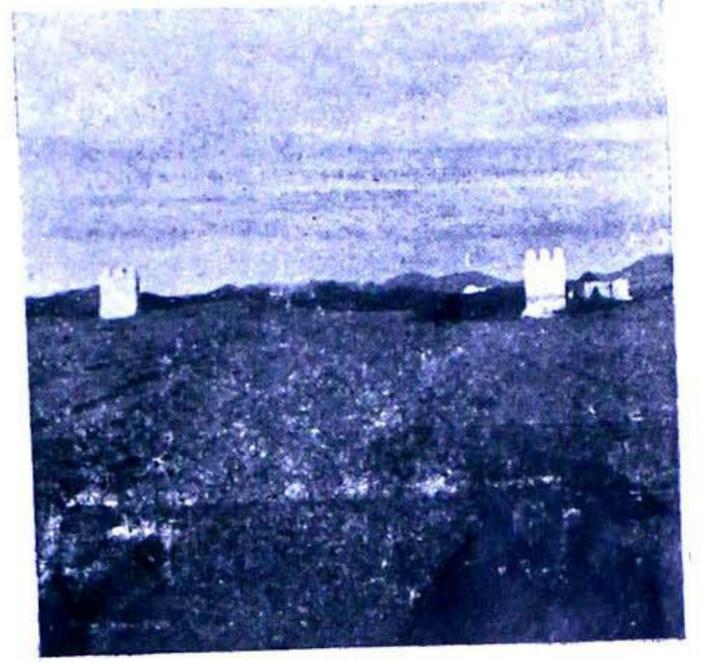
اس جماعت کے اوروں سے اس ذہنی فرق کا باعث معلوم کرنا زیادہ مشکل نہیں۔ اصل میں
یہ مدینے والے قبیلہ خزرج کے لوگ تھے۔ آنحضرت کی والدہ کا اسی قبیلے سے رشتہ تھا، چنانچہ اس
تقریب سے پچھن میں آنحضرت بھی ایک مرتبہ اپنی والدہ کے ساتھ مدینہ ہو آئے تھے، اور اتنے دن رہے
تھے کہ وہاں اچھی طرح تیرنا بھی سیکھ لیا تھا۔ آنحضرت کے چچا اور رفیق حضرت عباس بھی جب کبھی کاروبار
کے سلسلے میں شام وغیرہ جاتے یا وہاں سے آتے تو راستے میں ضرور مدینے میں ٹھہرتے اور ان رشتہ داروں
سے ملتے۔ ان لوگوں کی مدینے کے بعض یہودی قبائل سے حلیفی اور بعض سے حریفی تھی، اور یہ ان یہودیوں سے
اکثر سنا کرتے تھے کہ جب مسیح موعود آئے گا تو ہم اس کی مدد سے اپنے تمام دشمنوں کو مغلوب کر لیں گے۔ نوافل
اور عبدالمطلب کے جھگڑے کے وقت یہ لوگ آنحضرت کے دادا کی فوجی مدد بھی کر چکے تھے۔ اس لئے ممکن
ہے کہ اب آنحضرت کے خاندان کی مدد کی وہ توقع رکھتے ہوں۔ بہر حال ان کی ذاتی صلاحیت کے ساتھ
ساتھ ان کے اسلام لانے میں یہ محرکات بھی کام کرتے رہے ہوں گے۔

مدینے میں دو رشتہ دار قبائل اوس و خزرج میں لسنوں سے خونریزیاں ہوتی چلی آرہی تھیں
اور اب دونوں اس قدر تھک گئے تھے کہ کسی بھی قیمت پر باہم دوستی کر لینے پر آمادہ تھے۔ ان کی

۱۵ ابن ہشام ص ۱۰۰ سیرۃ الشافی احسن العوم فی بیرونی عدی بن النجار (میں قبیلہ عدی بن النجار کے کنوئیں میں اچھا تیرنا سیکھ گیا)
۱۶ ابن ہشام ص ۲۹۰ - ۱۷ ابن ہشام ص ۲۸۶ - ۱۸ بصری تاریخ ص ۱۰۸ تا ۱۰۹ - ۱۹ ابن ہشام ص ۲۸۶



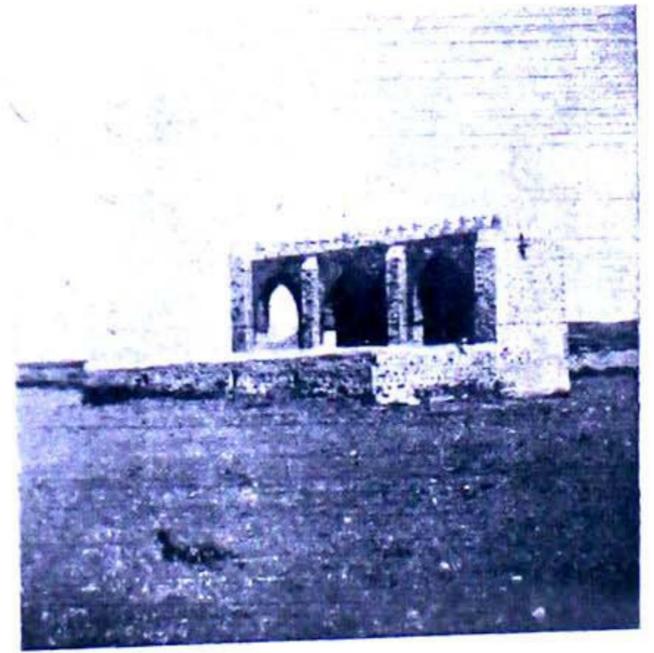
قربنہ شمسی اور میدان حدیبیہ $\frac{1}{2}$



حدود حرم بہ سمت حدیبیہ $\frac{1}{1}$



مسجد عقبہ جہاں ہجرت سے پہلے بیعت ہانے عقبہ ہوئی تھیں $\frac{1}{3}$



مسجد شجرہ (حدیبیہ) جہاں بیعت تحت الشجرہ ہوئی تھی $\frac{1}{3}$

خودداری اور غیرت و رقابت کے باعث کسی غیر مدنی کے لئے دونوں کا مشترکہ وار بننے کی زیادہ توقع تھی۔ جب مذکورہ چھ خزرجی مدینہ واپس آئے اور اسلام کا چرچا کیا تو سال بھر بعد حج کے موقع پر اوس اور خزرج دونوں کے دس بارہ آدمی آنحضرت سے ملنے کی ٹھان چکے تھے۔ چنانچہ پھر اسی عقبہ میں ان کی آنحضرت سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ اپنے اپنے خاندان کے بھی اسلام اور آنحضرت کی اطاعت کا اظہار کیا۔ آنحضرت نے ان سے علاوہ توحید، پاکبازی وغیرہ کے ہر اچھی بات (معروف) میں اپنی اطاعت کا وعدہ لیا، اور اس طرح اوس اور خزرج کے بارہ خاندانوں کے مشترکہ سردار بن گئے۔ ایک تربیت یافتہ مبلغ مکے سے ان کے ہمراہ مدینہ بھیجا گیا اور اُس نے نہ صرف اوس و خزرج کے متعدد سردار پر آوردہ لوگوں کو اسلام کا حامی بنایا بلکہ اس بات میں بھی بدقت مگر مکمل کامیابی حاصل کی کہ اوس و خزرج کی باہمی رقابت اس بات میں مانع نہ آئے کہ یہ دونوں گروہ آنحضرت کی مشترکہ سرداری میں تعاون کریں۔

ایک اور سال گزرا اور اسی وقت میں مدینے کے کوئی پانچ سو حجاج میں سے کوئی بہتر مرد اور عورتیں آنحضرت سے شخصی طور پر اظہار اسلام کرنے اور آپ کو مدینہ مدعو کرنے کے لئے آئیں۔ ابھی تک اسلام وہاں اقلیت کا مذہب تھا ورنہ اکثریت قریش سے دوستی بڑھانے کی فکر میں تھی۔ نو دس بجے رات کا مل تھا کہ یہ بہتر لوگ چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں چپکے چپکے اپنے پڑاؤ سے نکل کر عقبہ میں جمع ہوتے گئے اور آنحضرت بھی مقررہ وقت پر اپنے چچا حضرت عباس کے ساتھ وہاں آ گئے۔ آنحضرت نے تفصیل کے ساتھ ان کو اپنی تحریک کے اغراض و مقاصد سمجھائے۔ انہوں نے آمنا و صدقاً کہا اور آنحضرت اور دیگر مکی مسلمانوں کو مدینہ چلے آنے کی دعوت دی اور یقین دلایا کہ مدینہ آئیں تو ہم آپ کی ایسی ہی مدد اور حفاظت کریں گے جیسی کوئی آپنی اور اپنے بال بچوں کی کرتا ہے۔ جب انھیں واضح کیا گیا کہ شاید انھیں خدا کی ساری خدائی سے لڑائی کرنی پڑے تو بھی وہ پیچھے نہ ہٹے اور یقین دلایا کہ ہم اپنی بات سے کبھی نہیں ہٹیں گے۔ آنحضرت نے سب سے ہاتھ ملایا اور کہا میں بھی اب تمہارا ہوں، تمہاری جنگ میری جنگ ہوگی اور تمہاری صلح میری صلح۔

یہ وہ مشہور بیعت عقبہ ہے جس نے اسلام کی سیاسی زندگی کا سنگ بنیاد رکھا، اور ظاہر ہے کہ جب قریش کو اس کی اطلاع ہوئی تو سخت چین چہین ہوئے اور اسے براہ راست اپنے خلاف جتھا بندی

خیال کیا۔ جب انہوں نے آنحضرت کے قتل کا ارادہ کیا تو یہ تمام دوستی یا رواداری کا اختتام اور کھٹلا اعلان جنگ تھا۔

آنحضرت نے پہلے اپنے ساتھیوں اور مکے کے عام مسلمانوں کو مدینہ بھیج دیا، اور تین ہی ماہ بعد عین اُس وقت جب آپ کی جان کے خلاف ایک سخت خطرناک اور زبردست سازش کی گئی تھی، مکے سے نکلے، غار ثور میں چھپتے (دیکھیے تصویر پ) عام راستے سے بچتے اور پہاڑوں اور وادیوں سے ہوتے ہوئے مدینے کی جنوبی آبادی قبا پہنچتے ہیں۔ مکے سے آپ کے لاپتہ ہونے کی خبر مدینہ پہنچ گئی تھی اور سب سمجھ گئے کہ آپ مدینہ آرہے ہیں۔ بڑی بے تابوں اور انتظار کشیوں کے بعد ایک دن دوپہر کے قریب دو اونٹوں کا ایک مختصر قافلہ جس میں آنحضرت اور آپ کے یار غار حضرت ابو بکر صدیق اور ایک غلام اور ایک رہبر تھا قبا پہنچا۔ دور سے نظر پڑتے ہی اونٹوں میں اوس و خزرج کے تمام مرد ہتھیار سے سچ کر اپنی بستی سے ایک یا ڈیڑھ فرلانگ بڑھ کر ثنیۃ الوداع کی ٹیکری پر اعزازی دستے کے طور پر راستے کے دونوں طرف جمع ہو گئے (دیکھیے تصویر پ) لڑکیاں دف بجائے لگیں اور لڑکوں کے ساتھ یہ استقبالی گیت گانے لگیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا

وَجَبَّ الشُّكْرُ عَلَيْنَا

أَيُّهَا الْمَبْعُوثُ مِنِنَا

مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

مَا دَعَا لِلَّهِ دَاعٍ

جَدَّتْ بِلَاؤُهُ الْمَطَاعِ

(تاریخ ذہبی)

(ترجمہ ۱) چودھویں رات کا چاند ہم پر ثنیۃ الوداع سے طلوع ہوا۔ (۲) ہم پر اُس وقت تک شکر واجب ہے جب تک کہ کوئی عابد خدا کی عبادت کرتا رہے۔ (۲) وہ جسے ہمارے پاس بھیجا گیا ہے، تو ایسی چیز لایا ہے جس کی اطاعت کی جائیگی۔)

بعض عرب مورخ لکھتے ہیں کہ مدینہ آتے وقت راستے میں بڑی بڑی السہمی نے اپنے کسی درجن ساتھیوں کے ساتھ آنحضرت سے ملاقات کی اور جھنڈے اڑاتے ہوئے ہمراہ ہو کر محافظہ و ستے کا فریضہ انجام دیا، لیکن حیرت ہے کہ مدینہ (قبا) پہنچنے کی جتنی تفصیلات ملتی ہیں ان میں اس اعزازی محافظہ دستے کی ہمراہی کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ یا تو آنحضرت نے انہیں تھوڑی دور ساتھ رکھ کر حضرت کر دیا ہوگا۔ یا یہ قبا میں ملے ہوں گے اور قبا سے مدینہ جاتے وقت ساتھ گئے ہوں گے۔ اوھر قریش آنحضرت کے پچ نکلنے پر سخت جھنجھلائے اور کچھ نہ سنبھلا تو



عار نور جہاں ہجرت کے وقت
مافی اٹھنی اذھافی النار کا واقعہ پیش آیا تھا

۱۹۵۱



عار جس میں پہلی وحی نازل ہوئی تھی

۱۹۵۱

آپ کی اور دیگر مہاجرین کی جائدادیں ضبط کر لیں۔ (صحیح بخاری کتاب ۶۵ باب ۸۵ حدیث ۳۳۹۰) سیرۃ ابن ہشام ص ۲۲ تا ۲۳ (۳۳۹) اور باقی غریب مسلمانوں کو زیادہ ستانے لگے آنحضرت کا ضبط شدہ مکان وہ تھا جو آپ کو نبی خدیجہ سے وراثت میں ملا تھا (میسور خیری ص ۱۰) اب عمل کا اصل کٹھن وقت آیا۔ آنحضرت نے ایک طرف مہاجرین مکہ اور انصارِ مدینہ میں بھائی چارہ قائم کر کے بے گھروں کو ٹھکانا مہیا کیا، اور اصول یہ قرار دیا کہ جس مہاجر اور انصاری میں بھائی چارہ ہو وہ باہم وارث بھی ہوں اور مل کر رہیں۔ پھر اپنے اور اپنے جملہ تابعین کے حقوق و ذرائع مرتب کر کے ان کو تحریر کی صورت میں اس کے بعد مدینے میں رہنے والے یہودی قبائل سے بھی جنگی اور سیاسی حلیفی کی اور انھیں بھی اس پر آمادہ کیا کہ وہ آپ کو اپنا مشترکہ حاکم مانیں۔ مدنی عربوں کی طرح مدنی یہودیوں میں بھی دور قیب و حریف پارٹیاں تھیں، اور آنحضرت کی مشترکہ سروری ان میں امن قائم کرانے کا باعث ہونے سے انھیں ناگوار بھی نہ تھی۔ یہودیوں کے یہ معاہدے بھی تحریر میں آئے اور ان تمام دستاویزات نے ایک مشترکہ "صحیفہ" کی صورت اختیار کی جسے "شہری مملکتِ مدینہ کا دستور" کہنا (جیسا کہ دہا ورن نے کہا ہے) بیجا نہیں۔ خوش قسمتی سے دنیا کے اس سب سے پہلے تحریری دستور کو تاریخ نے لفظ بہ لفظ محفوظ رکھا ہے۔ اس دستور کے ذریعے سے شہرِ مدینہ ایک حرم اور ایک سیاسی وحدت یا ایک شہری مملکت قرار دیا گیا۔

اصطلاح "حرم" کے سلسلے میں شاید یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ یہ ایک نیم مذہبی نیم سیاسی مفہوم رکھتی ہے اور اس کا رواج اسلام کے پہلے ہی سے نہ صرف عرب کے مختلف مقامات پر بلکہ فلسطین اور یونان وغیرہ میں بھی ملتا ہے۔ اس کا مذہبی مفہوم یہ تھا کہ وہاں کی ہر چیز کو ایک تقدس حاصل رہے، وہاں کے چرند و پرند کا شکار نہ کیا جائے، وہاں کے درخت نہ کاٹے جائیں اور وہاں خونریزی نہ کی جائے اور وہاں آنے والوں کو دورانِ قیام میں امن اور نیاہ میں سمجھا جائے خواہ وہ مجرم ہی کیوں نہ ہوں۔ حرم کا سیاسی مفہوم یہ تھا کہ وہ اس شہری مملکت کے حدود کا تعین کرتا تھا۔ (ہیں نے ایک مستقل مقالے میں تفصیل سے شہری مملکت تک کے سیاسی نظام پر جو زمانہ جاہلیت میں تھا بحث کی ہے) نئے کے حدود حرم کہتے ہیں کہ عہدِ ابراہیمی سے چلے آتے ہیں۔ بہر حال زمانہ جاہلیت میں ان کا پتہ چلتا ہے اور فتح مکہ پر ۶۱۰ء میں آنحضرت نے ان علاماتِ سرحد کی تجزیہ

۱۵ ابن ہشام ص ۳۴۳ دیکھو کسی تفسیر میں آیت "ما ولوا لارحام" (سہ ۵۵) ابن ہشام ص ۲۲ تا ۲۳ نیز مجلہ طیلسانین ۱۹۳۹ء دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور مملکتِ یمن کتاب الاموال (الابی عبید) ص ۱۵ ابن ہشام ص ۲۲ تا ۲۳ نیز مجلہ طیلسانین ۱۹۳۹ء دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور مملکت۔ Wellhausen, "Gemeindeordnung von Medina" ص ۱۵ حوالہ بالا۔ مجلہ دیگر حوالے مجلہ طیلسانین کے مذکورہ بالا مضمون میں ہیں۔ رسالہ برائے دہلی ص ۱۹۳۱ء تا ۱۹۳۲ء میں بھی اس پر تفصیلی بحث آئی ہے رسالہ اسلامک کالج ۱۹۳۸ء معارف اعظم لکھنؤ ۱۹۳۲ء

بھی کرائی تھی جس کی حسب ضرورت اب تک برابر تجدید ہوتی چلی آ رہی ہے (تصویر + نقشہ ۱۱)
 زیر ذکر دستور مملکت مدینہ میں مدینے کو بھی ایک حرم قرار دیا گیا ہے (نقشہ ۱۲) اس میں طائف نے
 اطاعت کی تو طائف کو بھی حرم تسلیم کیا گیا جیسا کہ اس کے معاہدے میں صراحت اور تفصیل سے لکھا ہوا ملتا ہے
 لیکن یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا مدینے میں بھی حدود حرم مقرر کئے گئے۔ صحیح بخاری میں آنا ذکر ہے کہ آنحضرت
 نے ایک صحابی کو روانہ کیا تھا تاکہ حرم مدینہ کے حدود پر ستون نصب کریں۔ عام تاریخیں اور کتب حدیث
 میں حرم مدینہ "ما بین لابتین" اور "ما بین ثور و عیر" بیان کیا گیا ہے۔ "لابتین" ان سنگلاخ میدانوں
 کو کہتے ہیں جہاں آتش فشاں پہاڑوں سے نکلا ہوا لاوہ پتھروں کی صورت میں پھیلا ہوا ہو۔ اور "حیرہ"
 اس میدان کو کہتے ہیں جہاں کے پتھر لاوے سے جل گئے ہوں۔ مدینہ منورہ کے سلسلے میں کبھی ایک لفظ آتا
 ہے، کبھی دوسرا لفظ۔ ایسے میدان شہر مدینہ کے مشرق اور مغرب دونوں طرف شمالاً جنوباً ملتے ہیں۔ ثور ایک
 ایک پہاڑ ہے جو مدینے کے شمال میں جبل احد سے بھی کچھ پرے واقع ہے اور جبل عیر مدینے کے جنوب
 میں ایک بڑا پہاڑ ہے۔ المطری نے جن کی وفات آٹھویں صدی ہجری کے وسط میں ہوئی (شہر مدینے کی
 جو نہایت اہم تاریخ (التعریف بما أنست الهجرة من معالم دار الهجرة) لکھی ہے اور جو جملہ متاخرین کا
 ماخذ ہے، اس میں خوش قسمتی سے اس کی مزید تفصیل ملتی ہے، جو یہ ہے:-

"عن كعب بن مالك قال بعثني رسول الله صلى الله عليه وسلم أعلم على أشرف
 حرم المدينة فأعلمت على أشرف ذات الجيش وعلى مشيرب وعلى أشرف
 مخيض وعلى الحفياء وعلى ذى العشيرة وعلى تيمم. فاما ذات الجيش فنقب
 ثنية الحفيرة من طريق مكة والمدينة واما مشيرب فبأبين جبال في
 شامى ذات الجيش، بينها وبين خلايق الضبوعة. واما أشرف مخيض فجبال
 مخيض من طريق الشام واما الحفياء فبأ لغابة من شامى المدينة واما
 ذوالعشيرة فنقب في الحفياء واما تيمم فجبل في شرق المدينة وذلك
 كله يشبه ان يكون بريدانى بريد... ذات الجيش في وسط البسداء"

۱۔ مرآة الحیرین جلد اول، بزوق

۲۔ ابو عبید کی کتاب الاموال ۵۰۷ میں معاہدے کا پورا متن ہے۔

۳۔ المطری (التعریف بما أنست الهجرة من معالم دار الهجرة) بزوق نیز بخاری جلد ۴، وفضائل المدینہ

وغیرہ۔ (بخاری میں عیر کی جگہ عائر بھی لکھا ہے)

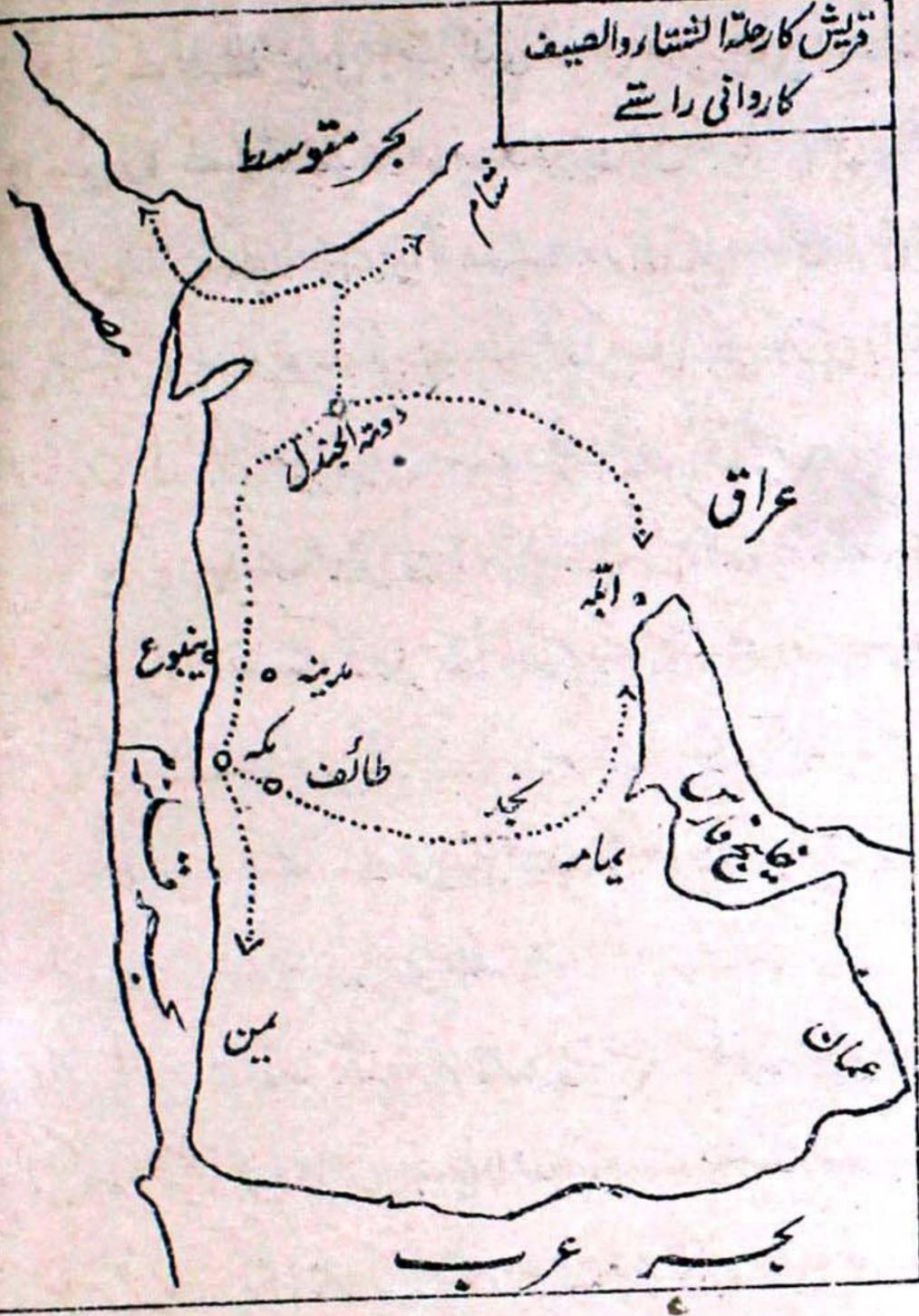
والبيداء هي التي اذا دخل الحجاج بعد الاحرام من ذى الحليفة
استقبلوها مصعدا الى جهة الغرب“

(ترجمہ) کعب بن مالک سے مروی ہے، کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا کہ حرم مدینہ کی بلندیوں پر علم (یا منارے) تعمیر کروں۔ چنانچہ میں نے ذات الجبیش کے ٹیلوں پر علم تعمیر کئے اور مشیرب پر اور مخینض کے ٹیلوں پر اور حفیاء پر اور ذی العشیرہ پر اور تیم پر۔ ذات الجبیش تو حفرہ کی پہاڑی کے کنارے ہے جو مکے اور مدینے کے راستے پر ہے۔ مشیرب تو ذات الجبیش کے شمال میں پہاڑوں میں ہے۔ اور اس کے اور خلاق کے مابین قبوعہ واقع ہے۔ مخینض کے ٹیلے تو شام کے راستے میں مخینض کے پہاڑوں میں ہیں۔ حفیاء تو غابہ (جنگل) میں ہے جو مدینہ کے شمال میں ہے۔ ذوالعشیرہ تو حفیاء کے کنارے ہے، اور تیم ایک پہاڑ ہے جو مدینے کے مشرق میں ہے۔

یہ سب تقریباً ایک منزل طویل اور ایک منزل عریض ہوتا ہے..... ذات الجبیش تو بیداء کے وسط میں ہے، اور بیداء وہ مقام ہے کہ حاجی احرام باندھ کر ذوالحلیفہ سے آگے بڑھیں تو بلندی پر چڑھتے وقت مغرب کی جانب اس مقام میں داخل ہوتے ہیں۔

مدینہ منورہ کے مشہور سیاح اور وہاں کے کتب خانہ شیخ الاسلام عارف حکمت لے کے مہتمم ابراہیم حمادی قرظی کا مجھ سے بیان تھا کہ مدینے کے مشرق میں ان حدود حرم کے کھنڈراب تک موجود ہیں اور پائے سے کوئی ہاتھ بھراؤ نچے باقی ہیں۔ چونکہ عہد نبوی کے بعد ان حدود حرم مدینہ کی تجدید کا کہیں یہ نہیں چلتا، اس لئے جبل تم کے یہ آثار خاص عہد نبوی کی متبرک تعمیر معلوم ہوتے ہیں۔ اس ایک حد تک غیر متعلق بحث کے بعد، جیسا کہ بیان کیا گیا، مدینہ آنے پر آنحضرت کا پہلا کام ایک شہری مملکت کی بنیاد ڈالنا تھا۔ ادھر سے فراغت ہوئی تو آنحضرت نے آس پاس کے علاقے پر توجہ مبذول کی۔ عرب کے نقشے پر نظر ڈالیں تو واضح ہوتا ہے کہ مکے والے خشتکی کی راہ اگر شام یا مصر جانا چاہتے تو مدینے کے قریب سے ساحل کے کنارے گزرنا پڑتا ہے۔ اگر مدینے سے یمنوں تک بسنے والے قبائل اور آبادیوں کو ہمنا کر لیا جائے تو مکے والوں کے قافلے کا ادھر سے گزرنا بڑی آسانی سے خطرناک کر دیا جاسکتا ہے۔ ان قبائل سے انصار کی پہلے ہی سے حلیفی تھی۔ اب آنحضرت نے اس کی تجدید

قریش کا حملہ انشمار والصفیہ
کاروانی راستے



کی اور اس میں جنگی امداد کی دفعہ بھی بڑھانی ہے
اس تنظیم اور خاموش تیاری میں کسی
مہینے لگ گئے۔ اس کے بعد مدینے سے چھوٹی
چھوٹی جہازیں بھیج کر قریشی کاروانوں کو ہراساں
کیا جائے اور ان کو یہ بتایا جائے لگا کہ اب
انہیں اس اسلام کے زیر اثر علاقے سے گزرنے
تو سردار مدینہ کی اجازت کی ضرورت ہے۔ قریش
نے زور دیکھنا اور قوت کے ذریعے سے اپنا
راستہ بنانا چاہا۔ اسی کشمکش نے ان خونریزیوں
اور لڑائیوں کی صورت اختیار کی جن کے ایک
خاص پہلو یعنی میدان نامے جنگ "پراج یہاں
روشنی ڈالنی مقصود ہے۔

بدر

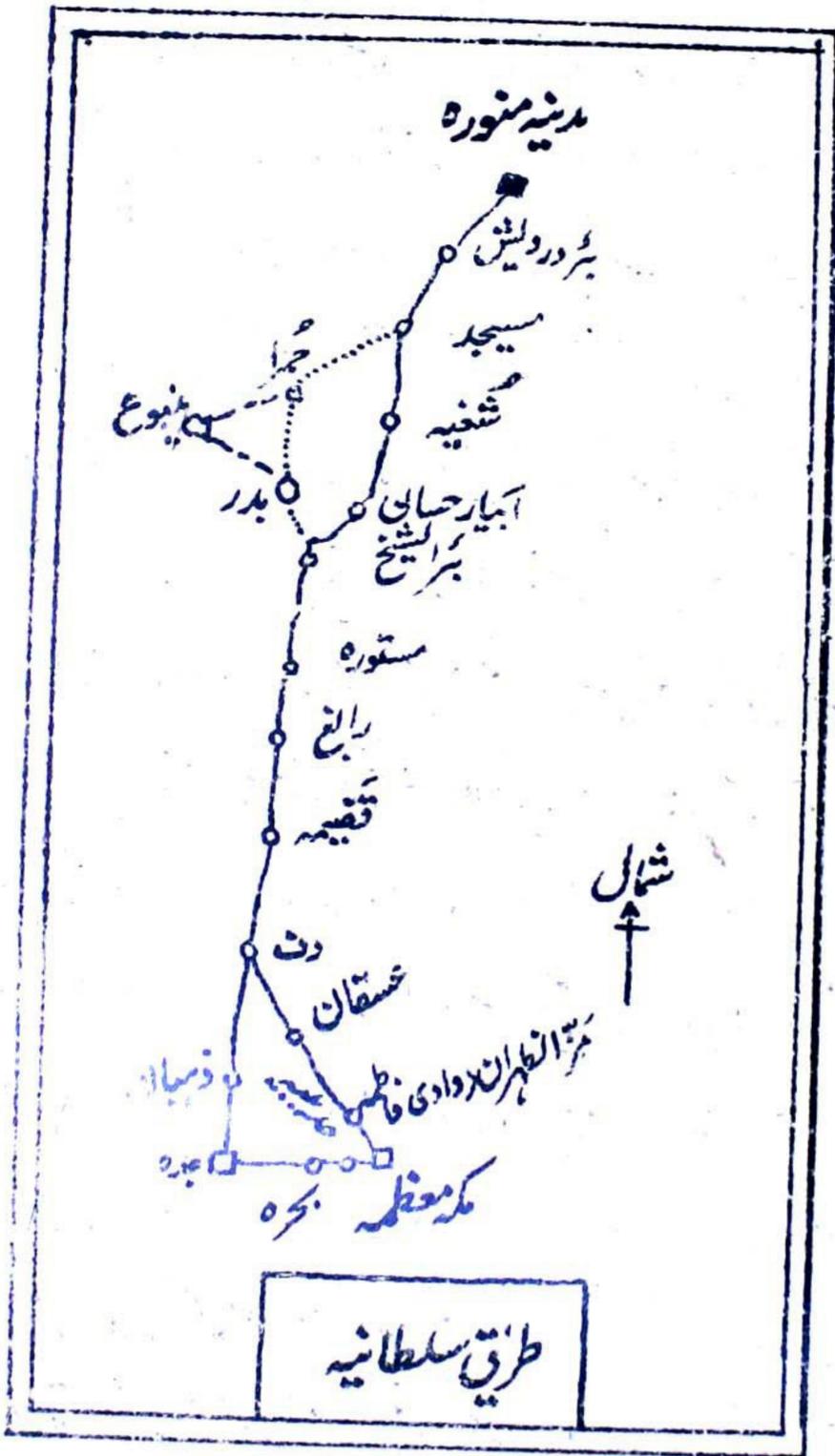
(دیکھیے تصاویر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰)

محل وقوع چونکہ حجاز یعنی عرب کے مغربی علاقے میں پہاڑیاں ہی پہاڑیاں ہیں اس لئے وادیاں
اور گھاٹیاں ہی آنے جانے کا راستہ ہیں۔ کاروانی راستہ عموماً چوڑی وادیوں سے
گزرتا ہے۔ گھاٹیوں کا راستہ زیادہ دشوار گزار ہے۔ غرض کسی جگہ جانے کے یہاں ایک سے زیادہ
راستے ہوتے ہیں۔ یہی حال بدر کا ہے۔ عہد نبوی اور اس سے پہلے مکے، مدینے اور بدر کا راستہ جن
مقاموں یا منزلوں سے گزرتا تھا وہ اب بڑی حد تک بدل گیا ہے، کیونکہ جب سے اسلام آیا اور حج کو
جانے والے ہزاروں سے گزر کر لاکھوں ہونے لگے اور بھی پہلی جنگ عظیم سے پہلے دس دس پندرہ پندرہ ہزار

۱۵ ابن ہشام ابن سعد وغیر میں یہ معابدات ہیں تفصیل کے لئے دیکھیے میری کتاب مطبوعہ مصر ۱۹۳۰ء الوثائق السیاسیہ ۲۷ ابن سعد ج ۱ ص ۲۴۴،

اونٹوں کے قافلے معمولی بات تھی تو لازمی طور پر پانی اور پڑاؤ کی ضرورتوں نے بعض منزلوں کو بدلنے پر مجبور کیا اور ترکی زمانے کا "طریق سلطانیہ" وجود میں آیا، آج کل ہی اختیار کیا جاتا ہے۔ سعودی دور میں موٹریں بھی آگئی ہیں۔ ان کے راستے کی ضرورتیں اور ہی ہیں۔ اسی طرح سفر صلح حدیبیہ کا راستہ الگ تھا۔ غزوہ فتح مکہ میں قریش کو خبر نہ ہونے دینے کے لئے ایک بالکل اور ہی راستہ اختیار کیا گیا تھا۔ اور سفر حجۃ الوداع کا ایک اور، جن کی تفصیلیں ابن ہشام وغیرہ میں ملتی ہیں۔

بدر کو اب تک موٹر نہیں جاسکی ہے، کیونکہ راستہ میں کئی جگہ متعدد بلند گھاٹیاں ہیں اور بہت نرم ریت ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خاص انتظام کے بغیر مکے اور مدینے کے مابین اونٹوں کے سفر پر بھی بدر پر سے نہیں گزر سکتے۔



مدینے سے آنے والے مسجد (تصویر ۱) پر طریق سلطانیہ چھوڑ دیتے ہیں اور قصبہ خیف (تصویر ۲) سے گزر کر حمرہ (تصویر ۳) میں منزل کرتے ہیں پھر قصبہ حصیفہ سے گزر کر بدر پہنچتے ہیں۔ اس کے برخلاف مکے سے جانے والے بڑا شیخ پر سے کسی قدر آگے درج العجرہ پر طریق سلطانیہ چھوڑتے ہیں اور صبح نکلیں تو شام تک بدر پہنچ جاتے ہیں بدر سے مدینے تک کا راستہ بہت سہل ہے، میلوں لمبے نخلستان ملتے ہیں، راستے میں خاصا بدر و حمرہ کے مابین گھنے جنگل بھی ہیں، پانی بھی میٹھا ہے، اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کے گلے بھی ہر جگہ چرتے نظر آتے ہیں۔

موجودہ شہر بدر | شہر بدر کی تاریخ سے یہاں بخت نہیں ہے۔ آج کل یہ ایک بہت بڑا گاؤں ہے۔ کئی سو پختہ مکان پتھر کے بنے ہوئے ہیں جن کو مقامی اصطلاح میں قصر (جمع قصور) کہتے ہیں۔ شہر میں دو مسجدیں ہیں۔ ایک پنج وقتہ نماز کے لئے ہے۔

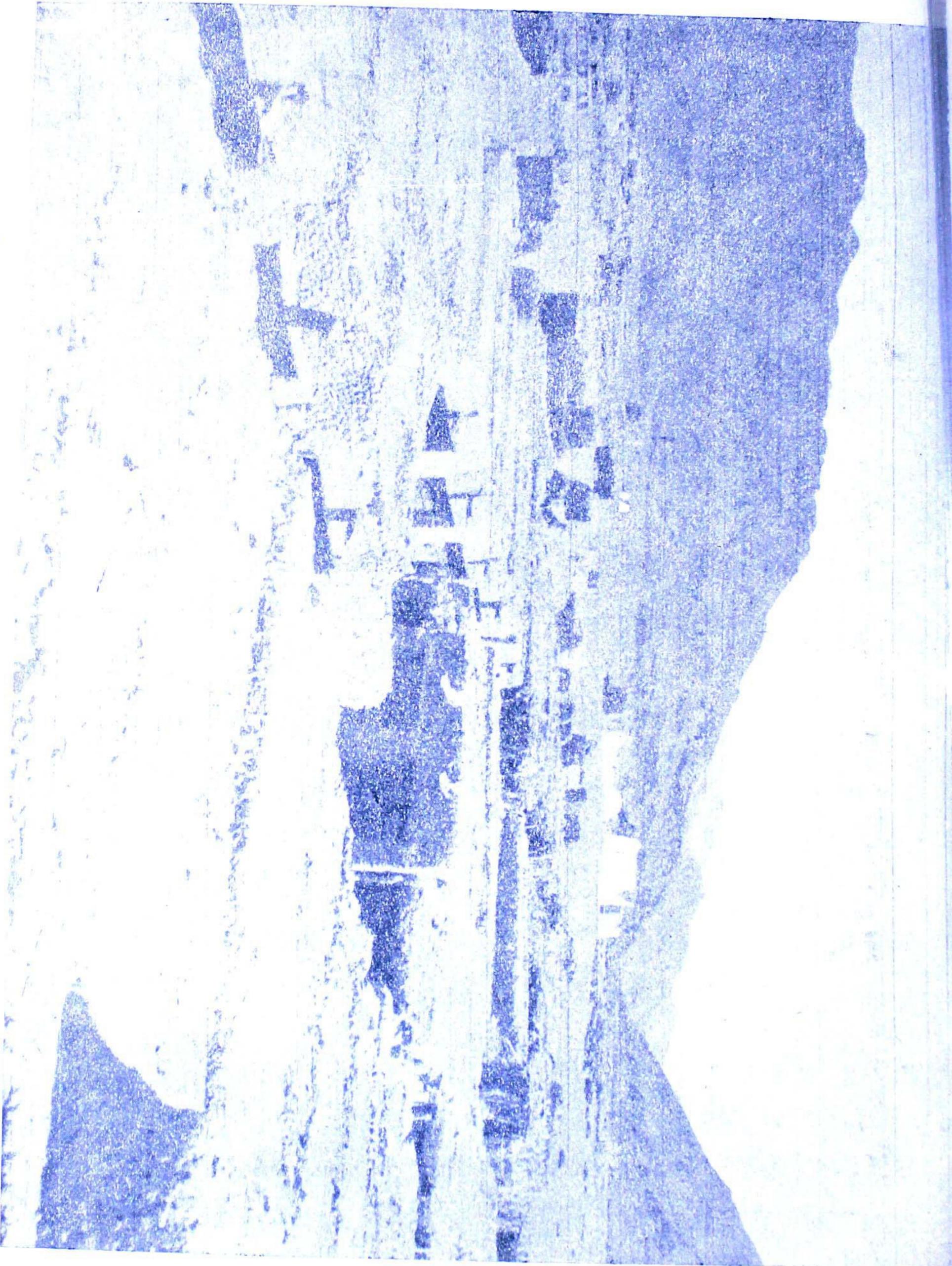
۱۷۰۰ء اس مقام پر چند سال ہوئے مسلمانان حیدرآباد کے چندے سے نواب نظامت جنگ نے چند کمرے تعمیر کرائے ہیں جو سرائے کا کام دیتے ہیں۔ تصویر میں سفید عمارتیں اسی کی ہیں۔

جس میں ایک منارہ یا اذان دینے کا "ماذنہ" بھی ہے، دوسری مسجد جسے مسجد غمامہ اور مسجد عرش بھی کہتے ہیں، یہاں کی جامع مسجد ہے، یعنی اس میں جمعہ کی نماز بھی ہوتی ہے۔ یہ ایک نہایت اہم تاریخی مسجد ہے، کیونکہ یہ اس جگہ تعمیر ہوئی ہے جہاں غزوہ بدر کے موقع پر جناب رسالت مآب کے لئے عرش یا جھونپڑی تیار کی گئی تھی۔ یہ ایک چھوٹی سی پہاڑی پر واقع ہے جہاں سے میدان جنگ کو دیکھ سکتے ہوں گے، مگر آج کل باغوں اور کھجور کی اونچی پیڑوں کی وجہ سے وہاں سے بدر کا معرکہ کا رزار نہیں دیکھ سکتے۔ پانی کا چشمہ جو زمین دوزنہ کی صورت میں ہے، ان ہر دو مسجدوں کے صحن میں سے گزرتا اور وضو کے حوضوں کا کام دیتا ہے۔ آبادی سے ملا ہوا دور تک کئی میل کے رقبے پر پھیلا ہوا نخلستان کا سلسلہ چلا گیا ہے جس میں کچھ ترکاری کی بھی کاشت ہوتی ہے۔ ہر جمعہ کو یہاں ایک بازار لگتا ہے جس میں دور دور سے بدو آتے اور خرید و فروخت یا تبادلہ اشیاء کرتے ہیں۔ بدو عموماً گھٹی، کھالیں، روغن بلیساں، اونٹ، بکریاں اور اونٹنی کبلیں یا عباسی فروخت کے لئے لاتے ہیں۔ قبل اسلام بدر میں سالانہ ہفتہ بھر ایک بڑا میل لگتا تھا اور غالباً یہاں ایک بڑا بت خانہ بھی تھا۔ اس کے آثار تو اب نہیں ہیں لیکن بڑا شیخ سے بدر کو جائیں تو بدر کے قریب، کوئی میل پھر پہلے، ٹرک کے قریب ایک عجیب شکل کی چٹان ملتی ہے جو بالکل بیٹھے ہوئے اونٹ کی طرح نظر آتی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں عرب ہر ایسی عجیب چیز کی پوجا شروع کر دیتے تھے۔ کوئی تعجب نہیں جو یہ بھی ایک بت رہا ہو (تصویر دیکھو)۔

بدر ایک بیضوی شکل کا میدان ہے۔ کوئی ساڑھے پانچ میل لمبا اور تقریباً چار میل چوڑا، اطراف بلند پہاڑ ہیں۔ مکہ، شام اور مدینہ جانے کے راستے جو وادیوں میں سے گزرتے ہیں یہیں ملتے ہیں۔ ترک کی دور میں شریف عبدالمطلب نے اس میدان میں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا تھا مگر اب وہ ٹوٹ پھوٹ گیا ہے۔ یہ میدان سنگلاخ یا رسیلا ہے مگر جنوب مغربی حصے کی زمین نرم ہے۔ جنگ بدر کے دن بارش ہوئی تھی تو یہ مقام، جہاں قریش کا پڑاؤ تھا، دلدل بن گیا تھا، مگر اب یہاں ایک سرسبز نخلستان ہے

بدر کے اطراف جو پہاڑ ہیں ان کے مختلف حصوں کے نام مختلف ہیں۔ ان میں سے دو دور سے سفید ریت کے ٹوٹے نظر آتے ہیں۔ آج بھی ان سفید پہاڑیوں میں سے ایک کا نام العُدْوۃ الدُنیا اور دوسری کا العُدْوۃ القُصویٰ ہے۔ ان دونوں کے درمیان جو بہت اونچا پہاڑ ہے اسے اب جبل اسقل کہتے ہیں۔ کیونکہ

لے شامی کے الفاظ ہیں "تل مشرف علی المعرکہ" سے تاریخ طبری ص ۱۳۰، ۱۳۶۔ ۱۳۷ ابن ہشام ص ۲۳۹۔



۱۔ حایہ شہر بدر (ایک مسجد کے منارے پر سے - درے کے سامنے کی سفید عورت ہندوہ توڑکی فالتہ ہے)

3

اس کے پیچھے دس بارہ میل پر سمندر ہے (تصویر نیچے) اور ابوسفیان کا قافلہ راستہ کتر کر ساحل کے کنارے کنارے گزر گیا تھا تو قرآن میں اس کا ذکر ”وَالرُّكْبُ اسْقَلُ مِنْكُمْ“ (کاروان تم سے نیچے تھا) کے الفاظ میں کیا گیا ہے۔ بدر سے سمندر کی مسافت کے متعلق واقدی نے ”ھی من الساحل علی بعض خفا“ (وہ ساحل سے دن کے کچھ حصے پر واقع ہے) لکھا ہے جو چاہے موٹر کے لئے صحیح ہو لیکن اونٹ پر سفر کے لئے یقیناً ممکن نہیں، واقدی نے محض قیاس کیا ہو گا۔ نیز اس کے کہ اب سمندر بہا گیا ہو۔

جنگ بدر کی چند تفصیلیں | اکبرنا، جلاوطنی پر ان کی جائدادوں کو ضبط کر لینا اور ان کے نئے مسکن (حبشہ اور پھر مدینے) میں وہاں کے حکمرانوں اور بااثر لوگوں کو ان تارکین وطن کو پناہ نہ دینے کی ترغیب دینا، دوسری طرف ان ناصافیوں کا بدلہ لینے کے لئے مدینہ سے مسلمانوں کا قریش پر معاشی دباؤ ڈالنا اور بزور قریشی قافلوں کی آمد و رفت کو اپنے زیر اثر علاقے میں روک لینا۔ یہی بدر کی لڑائی کا باعث ہو سکتے ہیں۔ قریشی قافلوں کو لوٹ لینا، ڈاکہ اُس وقت سمجھا جائے جب یہ بے تصور ہوں اور لوٹنے والے حکومت نہیں بلکہ خانگی افراد ہوں۔ ورنہ دو سلطنتوں میں کشیدگی پر نہ صرف جان بکھ مال و آبرو کے خلاف بھی ہر فریق دوسرے کو نقصان پہنچانے کا پورا حق رکھتا ہے۔

یہی وجہ ہے، میں ان لوگوں سے متفق نہیں ہوں جو قریشی قافلوں کو لوٹنے کے لئے بھیجی ہوئی مہموں کے وجود ہی سے انکار کرتے ہیں۔ شبلی مرحوم نے ”کَمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ“ کی آیت سے استدلال کر کے کم از کم جنگ بدر کی حد تک اپنی رائے کو مستحکم کر لیا ہے کہ آنحضرت قافلے کے روکنے کے لئے نہیں بلکہ قریشی امدادی دستے سے مقابلے کے لئے نکلے تھے۔ لیکن ”إِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشُّكُوكِ تَكُونُ لَكُمْ“ کی صریح آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینے سے چلتے وقت مسلمانوں کو یقین نہ تھا کہ آیا وہ قافلے سے ملیں گے یا امدادی دستے سے ٹپ بھڑ ہوگی۔ دونوں امکانات تھے چونکہ قریشی قافلہ ایک ہزار اونٹوں پر مشتمل اور پانچ اکھ درہم کا اسباب لیکر آ رہا تھا اس لئے مدینہ والوں کو یقین تھا کہ اس کی مدد اور حفاظت کے لئے قریش اپنے تمام حلیفوں کی مدد سے ہزاروں آدمیوں کے ساتھ مقابلہ

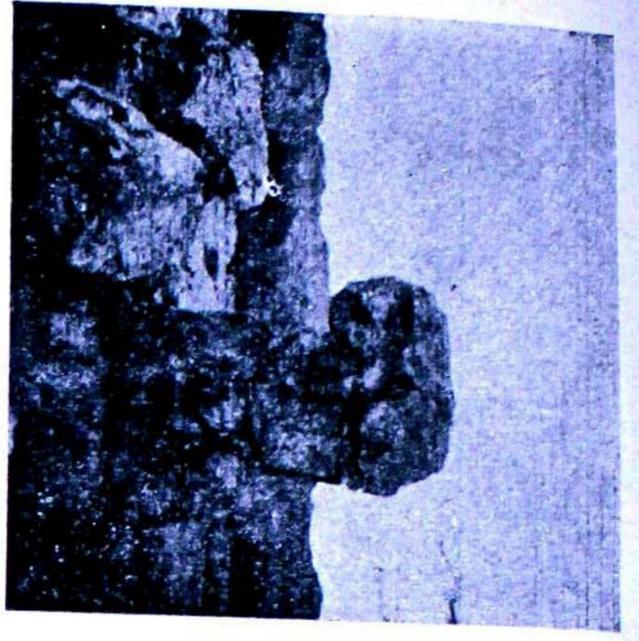
۱۔ کتاب المغازی مخطوطہ برٹش میوزیم ورق (۳۰۱ ب) صفحہ ۶۲۷ باب ۵۷۷ حدیث ۳۳ نیز ابن ہشام ص ۳۲ تا ۳۳ نیز ص ۳۳۹ ضبط
 ۲۔ تاریخ طبری ص ۱۶۳، سیرۃ ابن ہشام ص ۱۶، ۱۷، ۱۸، مستدرک حنبلی ج ۲ ص ۱۹، سیرۃ النبی جلد اول احوال جنگ
 ۳۔ گویا انھیں موت کے منہ میں ڈھکیا جا رہا ہو، ”جب اللہ تم سے دو میں سے ایک گروہ کا وعدہ کر رہا تھا کہ وہ تمہارے ہاتھ پڑے گا اور تمہاری تمنا یہ تھی
 کہ گروہ تمہیں ملے“۔ ص ۱۷ مغازی احوال واقدی ورق (۵)

اور کشمکش کریں گے۔ مدینے سے زیادہ دُور کے کی سمت جانا بہتوں کے لئے "موت کے منہ میں جانا" معلوم ہوتا تھا۔

اس شام سے آنے والے قافلے کو مسلمان مدینے کے شمال یا مغرب میں روک سکتے تھے لیکن شام سے اس کے نکلنے کی اطلاع موجودہ زمانہ نہیں کہ تاریخ پر اسی دن مل جائے۔ اونٹوں کے قافلے کی اطلاع اونٹوں سواری دے سکتے تھے اور بمشکل دو ایک دن اول۔ مدینے سے ساحل کو سیدھا جانے میں دو تین دن ضرور لگ جاتے ہیں۔ ایک بڑا تجارتی قافلہ بے شبہہ آہستہ آہستہ منزل بمنزل ہی جاسکتا ہے، اور لیونار کرنے والی فوج خاصکر دشوار گزار گھاٹیوں کی مدد سے تیز تر جاسکتی ہے۔ بدر ایسا مقام تھا جو ساحل سے بھی قریب تھا بڑا مقام ہونے کی وجہ سے قافلے وہیں سے گزرتے تھے۔ مدینے اور مکے کے راستے کا قریب ترین اتصال بھی وہیں ہوتا تھا اور اس کی توقع کی جاسکتی تھی کہ وہاں مسلمان اس قافلے کو جالیں گے۔ سیدھے مغرب کی سمت ساحل کو جائیں تو قافلہ گزر چکے گا، اور ہوا بھی یہی۔ یعنی آنحضرت ابو سفیان سے بمشکل چند گھنٹے قبل بدر پہنچتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ غیر معروف ماسلوں سے چکر لگا کر جانا تھا تاکہ حریف کو خبر نہ لگے۔ آنحضرت راستے میں بھی ٹوہ لیتے گئے اور بدر کے قریب پہنچ کر متعدد ساندنی سوار بھیجے تاکہ اس کا پتہ چلا میں کہ قافلہ کہاں ہے۔ جو ساندنی سوار شمال مغرب میں شام کے راستے پر بھیجے گئے تھے، انہوں نے واپس آکر غالباً آنحضرت کو اطلاع دی ہوگی کہ قافلہ اب آیا ہی چاہتا ہے۔ اور اس اطلاع پر یہ گمان کر کے کہ قافلہ بدر میں سے گزرے گا آنحضرت عین راستے پر وادی کے داخلے کے پاس پڑاؤ ڈالتے ہیں۔ یہ سفر پوری تنظیم سے ہوا تھا مدینے میں ایک نائب کو چھوڑا گیا تھا۔ فوج میں انصار اور مہاجرین کے الگ الگ جھنڈے بھی تھے۔ فوج کے مختلف حصے بھی تھے۔ ساقہ یعنی چھپے کے اہم دستے پر قیس المازنی (انصاری) کو مامور کیا گیا تھا۔

قافلے کو اطلاع مل گئی تھی کہ خود شام کو جاتے وقت مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا تھا۔ اس سے پہلے چھ سات اور قریشی قافلوں کو یہی تجربہ ہو چکا تھا، اسی لئے قافلہ چوکتا تھا۔ قافلے عموماً رات کو چلتے ہیں اور صبح کے قریب منزل پر پہنچ کر آرام کرتے ہیں۔ بدر کی خطرناک گھاٹی سے قریش واقف تھے۔ اسی لئے بدر پہنچنے سے کافی مسافت پہلے (اور شامی کے مطابق الحنین کے موڑ پر) قافلہ روک جاتا ہے اور

۱۲۹۹ھ طبری ص ۱۳۰۲ ۱۳۰۲ھ ایضاً نیز ۱۲۹۹ھ و ۱۳۰۲ھ دو پوری لڑکیوں کی گفتگو تاریخ آمد پر (طبری ص ۱۳۰۵) ۱۳۰۵ھ طبری ص ۱۲۹۹ ۱۳۰۵ھ معاذی الواقدی ورنہ (۸ ب) ۴۹ سیرۃ شامی احوال جنگ بدر۔



د ۲ بدر کے باہر اونٹ کے شکل کی
قد رتی (چٹان جو غالباً جاہلیت
میں ہو ہی جاتی تھی)



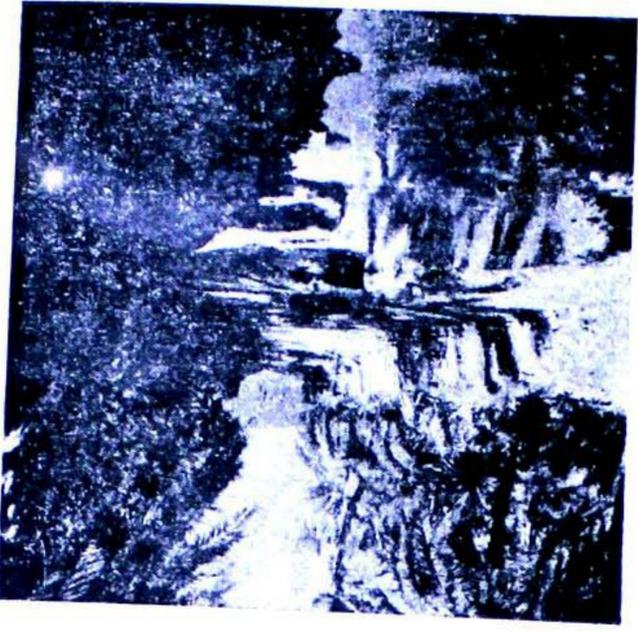
د ۳ قریہ خیف (راستہ بدر)



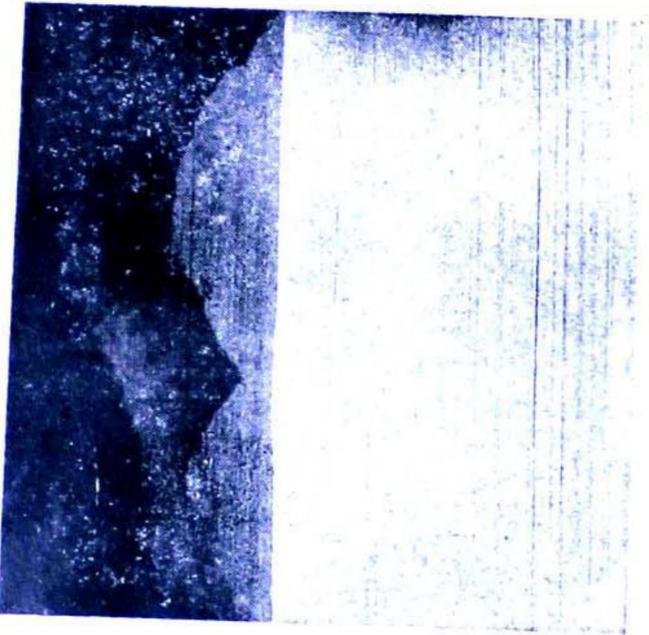
د ۲ قریہ مسیجد (راستہ بدر)



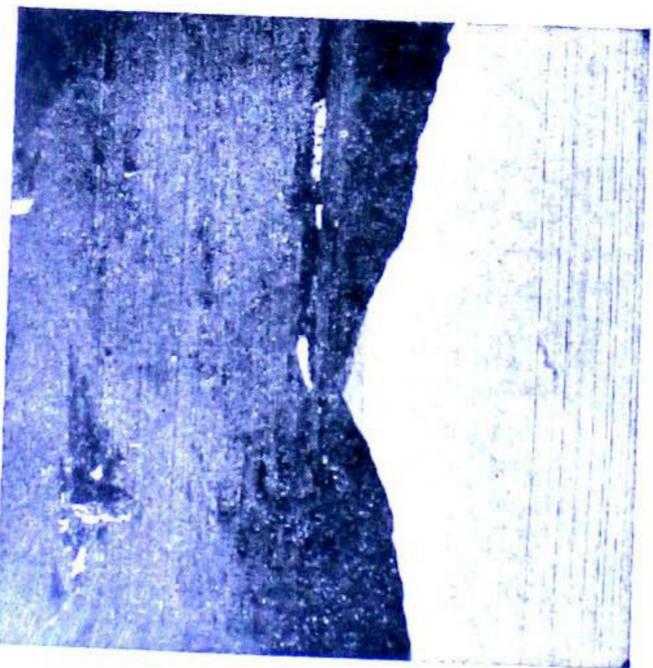
د ۱ قریہ حراہ (راستہ بدر)



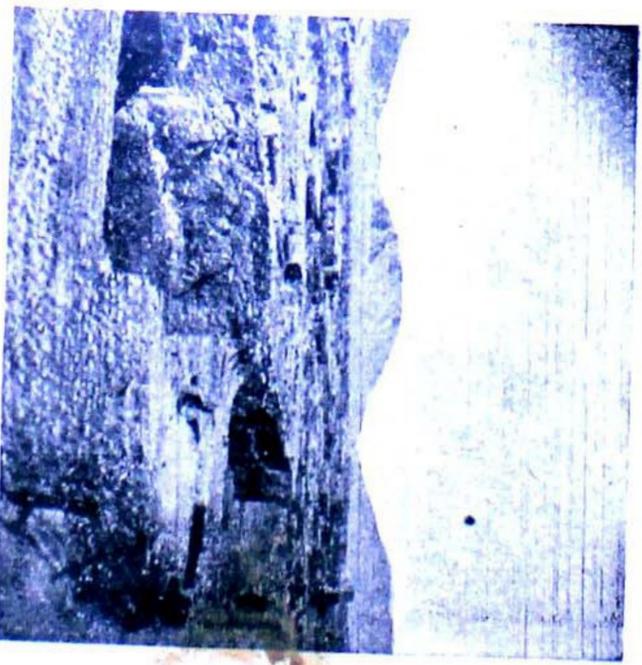
چشمہ بدر



د ۳ بحر احمر جبل اسفل پر سے



د ۲ شہر بدر کا طائرانہ نظارہ
جبل اسفل پر سے



د ۱ شہر بدر کے چند مکان

قافلہ سالار (ابوسفیان) ٹوہ لینے نکلتا ہے۔ ابھی آنحضرت میدان بدر کے اندر نہیں آئے تھے لیکن ان چھوٹے مقاموں پر ایک بھی اجنبی گرزے تو ہر شخص اُس سے واقف ہو جاتا ہے۔ آنحضرت کے ساندنی سواروں کو لوگ دیکھ چکے تھے۔ گو ان کی غرض کا پتہ نہیں چلا تھا۔ ابوسفیان کو بھی ان باتوں بدوؤں نے ساندنی سواروں کا پتہ دے دیا۔ اس نے ان کے قدموں پر چل کر اونٹ کی تازہ مینگنیاں دکھیں اور فوراً معلوم کر لیا کہ وہ مدینے کا چارہ کھانی ہوئی ساندنیاں تھیں۔ قافلہ سالار اس پر بھاگا بھاگا بدر سے واپس قافلے میں پہنچتا ہے۔ اور ایک طرف تو مکے کو مدد کے لئے تیز رفتار پیام رسال بھیجتا ہے اور ساتھ ہی خود بھی راستہ کاٹ کر بدر کو چھوڑتے ہوئے ساحل کے قریب سے دو منز لے کو منزلہ کرتا ہوا آرام لئے بغیر قافلے کو رات بھر چلنے کے باوجود دن بھر چلا کر چل دے جاتا ہے اور چند گھنٹے ٹھیکر بچھرا کے بڑھ جاتا ہے اور اس طرح مسلمانوں کی دست رس سے بچ کر صحیح سلامت مکہ پہنچ جاتا ہے۔

قافلہ سالار کا پیام مکہ پہنچا تو وہاں لازمی طور پر کھرام مح گیا، کیونکہ ہر ایک گھرانے کا بدر کی لڑائی کچھ نہ کچھ سامان اُس میں تھا۔ جلدی میں قریش نے ناکافی تیاری کی اور حلیفوں کے اکٹھے ہونے کا انتظار نہ کیا۔ خاص کر جنگجو احابیش، کو ساتھ نہ لینے پر بعد میں وہ بہت پچھتاتے بھی رہے۔ پھر بھی نہرار کے قریب رضاکار جمع ہو گئے جن میں سے بعض کے پاس گھوڑے بھی تھے۔

اس کمک کو مکے سے بدر پہنچنے میں کم و بیش ایک ہفتہ ضرور لگا ہوگا۔ یہ سوال کافی پیچیدہ ہے کہ قافلے کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد آنحضرت کیوں فوراً مدینہ واپس نہیں ہو گئے، اور کیوں ہفتہ بھر بدر میں پڑاؤ ڈالے، اپنے مرکز سے دور خطرے کا سامنا کرتے مقیم رہے۔ جہاں تک غور کیا، مجھے ایک ہی وجہ سمجھ میں آتی ہے۔ ہجرت کے ساتھ ہی آنحضرت نے آس پاس کے قبائل سے حلیفی اور معاونت کے معاہدے کرنے شروع کر دیئے تھے۔ چنانچہ سلمہ میں جہینہ کے بعض سرداروں سے معاہدہ ہوا تھا۔ سلمہ میں یسوع کے آس پاس بسنے والے بنو ضمہ، بنو مدلیج، بنو زمرہ اور بنو الربعیہ سے دوستی اور اعانت یا غیر جانبداری کے معاہدے ہو گئے تھے۔ خوش قسمتی سے تاریخ نے ان معاہدوں کے متن کو محفوظ رکھا ہے۔ اور ان معاہدوں کے ساتھ ہی قریش پر راستہ بند کیا جاسکا، کیونکہ یہ سب قبائل مدینے اور بحر قلزم کے مابین بستے تھے، اور انھیں کی سرزمین سے قریشی کاروانوں کو گزرنا پڑتا تھا۔

وجہ جو بھی ہوئی ہو، ابتداءً شام سے آنے والے قافلے کو روکنے کے لئے آنحضرت نے ایک موزوں جگہ پڑاؤ ڈالا، پھر وہیں مقیم رہے۔ جب قریش کی فوج کے آنے کی اطلاع ہوئی تو آنحضرت نے طے کیا کہ ان سے مقابلہ کرنا چاہیے اگرچہ دشمن کی تعداد تقریباً گنتی تھی۔ اس وقت ہماری افسروں نے جو بدر کی جغرافیہ سے بہتر واقف تھے، مشورہ دیا کہ مکے یعنی جنوب سے آنے والے دشمن کے مقابلے کے لئے پڑاؤ کو بدلنا مناسب ہوگا۔ پانی پر اپنی بہتر دسترس اور دشمن کو اس سے محروم کرنا خاص طور پر پیش نظر رکھا گیا۔ اسی طرح لڑائی چونکہ عموماً صبح کو شروع ہوتی تھی، اس لئے اس کا لحاظ رکھا گیا کہ دن چڑھے تو سورج آنکھوں پر نہ آئے۔

بدر کے پانی کے متعلق مورخوں نے جو تفصیلیں لکھی ہیں وہ کچھ زیادہ واضح نہیں ہیں۔ لیکن ہے گزشتہ ساڑھے تیرہ سو سال میں پانی کے بہاؤ اور سوتوں میں تبدیلی ہوئی ہو۔ بہر حال موجودہ حالت یہ دیکھی گئی کہ وہاں ایک چشمہ ہے، جسے ہم کاریزیاز میں دوزنہر کہہ سکتے ہیں، اس کا بہاؤ شہر سے جبل عریش اور نخلستان کی طرف ہے، اور مسجد عریش سے کوئی پندرہ بیس قدم پہلے پانی کا لیول پیدل راستے کے برابر ہے۔ مگر ظاہر ہے مسجد عریش ایک ٹیلے پر ہے اس لئے مسجد کے اندر اس کا منہ کافی گہرائی پر ہی کھولا جاسکتا ہے۔

غالباً آنحضرت نے قریش کے آنے پر العدة الدنیا سے آگے بڑھ کر مسجد عریش کے قرب و جوار میں اس چشمے کے بہاؤ کے موقع پر پڑاؤ ڈالا اور متعدد حوض بنا کر اس بہتے پانی کو جنگ کے دن قریش پر روک دیا، کیونکہ ان کا پڑاؤ اور بھی نیچے العدة القصویٰ پر تھا۔ متعدد بڑے حوضوں کے بغیر اس بہتے پانی کو زیادہ دیر تک روکا بھی نہیں جاسکتا تھا۔

قریشین کی صف بندی | مسلمانوں کے پاس تین سو سے کچھ ہی زیادہ سپاہ تھی۔ دشمن کی تعداد بغیر عام حالتوں میں مقابلہ زیادہ دیر تک نہیں جاری رہ سکتا تھا۔ امام ترمذی ^{رحمہ} کے مطابق اسلامی فوج کی تقسیم لڑائی سے پہلے کی رات ہی کو عمل میں آچکی تھی۔ لڑائی کے دن سویرے ہی آنحضرت نے مسلمانوں کو قطاروں میں تقسیم کیا۔ اور صف بندی کا جنگ سے پہلے تنقیدی نظر سے معائنہ کیا۔ آپ کے ہاتھ میں

۱۔ ابن ہشام ص ۲۳۶۔ ۲۔ معاری الواقعی ورق (۱۵) ص ۱۲۹ و ۱۳۰۔ ۳۔ ایضاً نیز ابن ہشام ص ۲۳۳۔ ۴۔ جامع الترمذی ابواب الجہاد۔

ایک چھڑی تھی۔ معاینہ میں کوئی سپاہی ذرا بھی آگے یا پیچھے نظر آتا تو آپ اُسے فوراً درست کرتے۔ اس صف بندی کے بعد آپ نے فوج کے مختلف حصوں پر افسر مقرر کئے۔ واقدشی کے مطابق مہینہ پر حضرت ابو بکر صدیق تھے مگر یہ مشتبہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت صدیق پورا وقت جناب رسالت مآب کے ساتھ رہے جیسا کہ ابھی آگے تفصیل آئے گی۔ واقدی نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کی فوج تین مستقل جماعتوں پر مشتمل تھی مہاجرین، اوس اور خزرج اور ہر ایک کا علمبردار بھی الگ تھا۔ (نیز طبری ص ۱۲۹)

اس صف بندی کے بعد آنحضرت نے سپاہیوں کو چند نہایت اہم ہدایتیں دیں جن کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان اس صف بندی کو نہ توڑیں اور اس وقت تک لڑائی کا آغاز نہ کریں جب تک آنحضرت اجازت نہ دیں۔ دشمن دور ہو تو تیر چلا کر ضائع نہ کریں زد پر آئے تو تیر چلائیں، اور بھی قریب آئے تو پھروں سے ماریں، اس سے بھی نزدیک ہو جائے تو تیروں سے روکیں اور سب سے آخر میں تلواریں کھینچیں یقیناً ہر مسلم سپاہی نے اپنے کھڑے ہونے کی جگہ ہاتھ سے پھینکے جانے والے پھروں کی ڈھیر لگالی ہوگی جو میدان بدر میں اسلامی کیمپ پر کافی مقدار میں ملتے ہیں۔ مسلمان چونکہ کھڑے ہوئے اور مدافعت پر تھے اس لئے یہ ان کے لئے ممکن تھا۔ دشمن جارحانہ حملہ کر کے بڑھا آ رہا تھا، اس لئے وہ چاہتا بھی تو زیادہ مقدار میں پتھر ساتھ نہ لے سکتا۔ مسلمان سپاہیوں کے پاس چونکہ کوئی ایسیازی لباس نہ تھا اس لئے "یا منصور اھت" کا جملہ ان کا شعار مقرر کیا گیا، جب دو آدمی مقابل ہوتے اور فریق ثانی یہ شعار نہ دہراتا تو فوراً معلوم ہو جاتا کہ وہ دشمن کا آدمی ہے۔ "الملائکۃ مسومین" (نشان لگانے والے فرشتے) کی آیت کی تفسیر میں (جو بدہی کے سلسلے میں ہے) طبری وغیرہ نے یہ حکم نبوی بھی نقل کیا ہے کہ مسلمان لباس و مہیبت وغیرہ میں امتیاز بھی پیدا کر لیں۔ "تسوموا فان الملائکۃ تسومت" (نشانیوں لگا لو کیونکہ فرشتوں نے بھی نشانیاں لگالی ہیں)

دشمن کی تنظیم کا زیادہ پتہ نہیں چلتا۔ واقدشی کے مطابق ان کا مہینہ و عیرہ دو حصے تھے، اور فوج میں تین جھنڈے تھے۔ انہوں نے پیش قدمی کر کے ایک خاص مقام پر توقف کیا، پھر اپنے زمانے کے جنگی رواج کے مطابق مبارزہ کیا یعنی ان کا ایک بہادر صفوں سے آگے بڑھا اور دعوت دی کہ مسلمانوں

لے طبری ص ۱۳۱۔ لے معاذی الواقدی ورق (۱۵۱) لے یہ ہدایتیں اکثر کتب حدیث میں ملتی ہیں مگر ان کا بدر میں دیا جانا واقدی کا بیان ہے۔ نیز ابن ہشام ص ۲۲۔ لے معاذی الواقدی ورق (۶) لے معاذی ورق (۱۵۱)

کا بھی ایک پہلوان آگے آئے اور دونوں تنہا لڑیں۔

آنحضرت نے اپنی صفت بندی مکمل کی اور انتظام کی طرف سے مطمئن ہو کر اپنے "اسٹان" کے ساتھ ایک ٹیلے پر چڑھ گئے جہاں سے میدان جنگ صاف نظر آتا تھا۔ (علی تل مشرف علی المعركة) اس ٹیلے پر آنحضرت کی اجازت سے ایک جھونپڑی (عریش) تیار کی گئی تھی جس کا منشا کچھ تو دھوپ کے وقت سپہ سالار کے لئے سایہ مقصود ہو گا، اور کچھ دشمن کے تیروں سے بچاؤ پیش نظر ہو گا۔ یہاں چند تیز رفتار ساندھیاں بھی متعین تھیں۔ یقیناً اپنی فوج کو ہدایات بھیجنے میں آنحضرت نے ان سے کام لیا ہو گا۔ ان ساندھیوں کا منشا یہ بھی تھا کہ ضرورت پر آنحضرت ان پر مدینہ جاسکیں، اور عریش سے مدینے کا راستہ کھلا رکھا گیا تھا۔ نیز طبری کے مطابق عریش پر ایک محافظ دستے کا پرہ بھی تھا۔

اسی عریش یا جھونپڑی کی جگہ پر آج کل بطور یادگار ایک جامع مسجد تعمیر کی گئی ہے۔ اس میں فی الوقت تین کتبے ہیں۔ ایک منبر کے اوپر، دوسرا محراب کی کمان کے اوپر قبلا رخ دیوار میں نصب ہے۔ تیسرا محراب کے پاس الگ زمین پر پڑا ہوا تھا۔ مسجد کی دیواریں مٹی کی ہیں جن کے اندر ممکن ہے اینٹ ہو۔ پایہ پتھر کا ہے۔ منبر کے اوپر جو کتبہ ہے اس میں مصر کے مملوک افسر خشتقدم کا نام ملتا ہے۔ اہل کی غلطیاں (بند مکان، کامل الفراغ وغیرہ) بھی انھیں عجیوں نے کی ہوں گی۔ محراب کی کمان کے اوپر سنگ مرمر کا ایک چھوٹا سا کوئی آٹھ انچ مربع کتبہ ہے جو کچھ تو آرائشی خط میں طغری کی طرح لکھا ہوا ہونے اور کچھ قدامت کے باعث بہت کچھ گھس جانے سے مجھ سے پڑھا نہ گیا میری رائے میں یہ مملوکوں سے بھی پہلے کا ہے۔ تیسرا کتبہ جو نیچے پڑا ہوا ہے وہ بہت بدخط معمولی ریت کے پتھر پر لکھا ہوا اور غالباً حال کا ہے۔ اس کا زمین پر پڑا ہونا بتاتا ہے کہ مسجد کی موجودہ تعمیر بالکل جدید ہے اور دونوں نصب کئے ہوئے کتبے محض یادگار کے طور پر دیوار چلتے وقت لگا دیئے گئے۔ یہ تیسرا کتبہ بھی اپنے زمانے میں کہیں

۱۳۲۲ طبری ص ۱۳۲۲

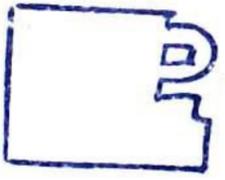
۱۳۵۰۴۹

نصب ہوگا۔ کیونکہ اس میں بھی "کان الفراغ" کے الفاظ اب تک صاف پڑھے جاتے ہیں۔ مملوکوں کے کتبے کی عبارت میں نے یوں پڑھی ہے:-

- سطر اول - بسم اللہ الرحمن الرحیم
 ۲ - انشانی حصر هذا مکان المبارک
 ۳ - خشتقدم امیر عشرہ (۹ عشرہ، عشیرة) بديار المصر یہ مشیڈة العمارة السلطانية
 ۴ - وکانل الفراغ من هذا البنية المبارک ربیع الاول احد وعشرون فی سنة ستة وتسعمائة۔

(ترجمہ - بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اس مبارک مقام پر حصار تعمیر کرنے کا آغاز خشتقدم نے کیا جو سلطنت مصر میں امیر عشرہ اور سرکاری انجینئر تھا۔ اس مبارک عمارت کے بنانے سے ۲۱۔ ربیع الاول ۶۸۱ھ میں فراغت ہوئی)

شہدائے بدر کا مقبرہ بھی ایک ممتاز احاطے میں آج تک موجود ہے۔ ترکی دور میں وہاں سنگ مرمر کے ستون اور کتبے وغیرہ لگائے گئے تھے مگر اب یہ کھنڈر ہو چکے ہیں، اس کے قریب ہی بدر کے منور ایک چٹان بتاتے ہیں اور یقین دلاتے ہیں کہ اس عمودی غار میں آنحضرت اترے تھے، مگر اس کی توجیہ مشکل ہے اور تاریخیں بھی اس سے ساکت ہیں۔



بدر کی مقامی روایتوں اور وہاں کے مزورین کے بیانیوں کے مطابق لڑائی اسی جگہ ہوئی جہاں اب قبرستان واقع ہے۔ آنحضرت نے اپنی چھوٹی سی جمعیت کے لئے بھی رضا کار عورتیں مقرر کی تھیں جو زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں۔ سپاہیوں کو پانی پلاتیں، میدان میں گری ہوئے دشمن کے تیروں کو جمع کر کے مسلم تیراندازوں کو دینے کا خطرناک کام بھی کرتیں، غرض جتنا ہوتا ہا تھا بٹاتیں۔ لڑائی کے نتیجے سے سب واقف ہیں۔ مسلمانوں کے کوئی ایک درجن سپاہی شہید ہوئے۔ دشمن کے شہ آدمی کھیت رہے اور اتنے ہی گرفتار ہوئے، جو قید کر کے فوجی نگرانی میں غالباً پیدل مدینہ بھیجے گئے۔ ان کے ساتھ عام طور پر اچھا سا رک کیا گیا، جس کے پاس کپڑے نہ رہے تھے اُسے کپڑے دیے گئے۔

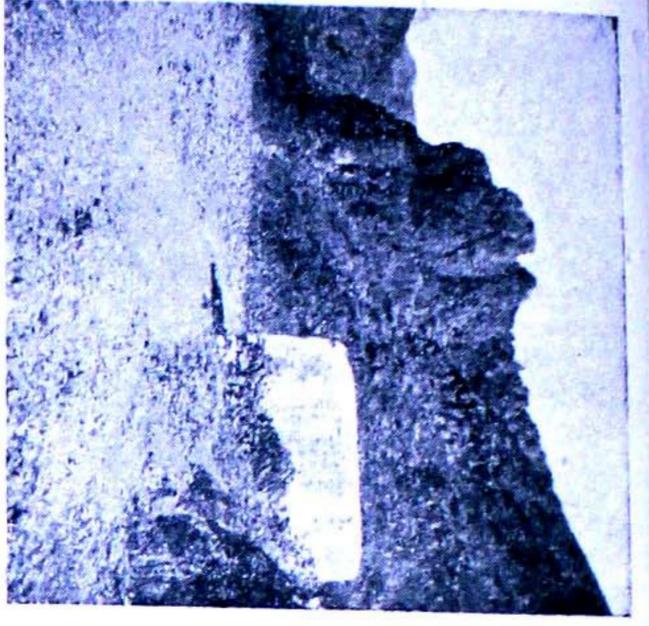
۱۰۰ ہجری ۶۱۱ھ ابن ہشام ۵۰۶ھ ایضاً ۵۰۶ھ و ما بعد ۵۱۳ھ ایضاً ۵۱۳ھ و ما بعد

اور انہیں مسلمان سپاہیوں کے برابر کھلایا پلا یا گیا۔ آنحضرت نے جگہ لاشوں کو دفن کرایا اور فوراً دو تیز رفتار بیشتر مدینہ بھیجے، ایک محلہ ہائے عالیہ کے لئے اور دوسرا محلہ ہائے سافلہ کے لئے تاکہ وہاں کی بے چین آبادی کو لڑائی کے نتیجے کی خوشخبری اور دیگر واقعات سنائیں۔ یہ رمضان ۲ھ کا واقعہ ہے۔ قیدیوں سے برتاؤ عرب میں یکساں نہ تھا۔ وہ قتل بھی کر دیے جاتے، غلام بھی بنا لئے جاتے۔ خالص عورتیں اور بچے اور مفت بھی رہا کر دیے جاتے۔ ہالی فدیے کا رواج مسلمانوں میں جنگ بدر کے پہلے ہی سے چلا آ رہا تھا۔ اب ایک ہتھیار فروش (نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب) سے ایک ہزار نیرے مانگے گئے۔ عام قیدیوں سے چار چار ہزار درہم کی خطیر رقم طلب کی گئی۔ آنحضرت تعلیم کو جو اہمیت دیتے تھے، اس کا اندازہ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ چار ہزار کی خطیر رقم کے عوض پڑھے لکھے قیدیوں کو دس دس بچوں کو لکھنا سکھانے پر رہا کر دیا گیا۔ چند ایک کو مسلمانوں سے آئندہ نہ لڑنے کے استسرا پر مفت بھی رہا کر دیا گیا۔

اسلامی محدث اور مورخ لکھتے ہیں کہ بدر میں پیام کے ساتھ ہی آنحضرت صلعم نے اپنے ممتاز افسروں کے ساتھ پھر کر میدان جنگ کا معاہدہ کیا، اور جگہ جگہ بتاتے گئے کہ دشمن کا فلاں افسر فلاں جگہ ہو سکتا ہے اور اس کے مرکر کرنے کی فلاں جگہ ہے۔ سپہ سالار اعظم کا انتہائی خطرے کے موقع پر یہ اطمینان اور یہ ایقان ماتحت افسروں اور ان کے ذریعے سے پوری فوج میں جو خود اعتمادی اور جوش و ولولہ پیدا کر سکتا ہے وہ ظاہر ہے اور ساتھ ہی یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ دشمن کی صلاحیتوں اور تجویزوں کا پیش اندازہ کتنا مفید اور ضروری ہوتا ہے۔

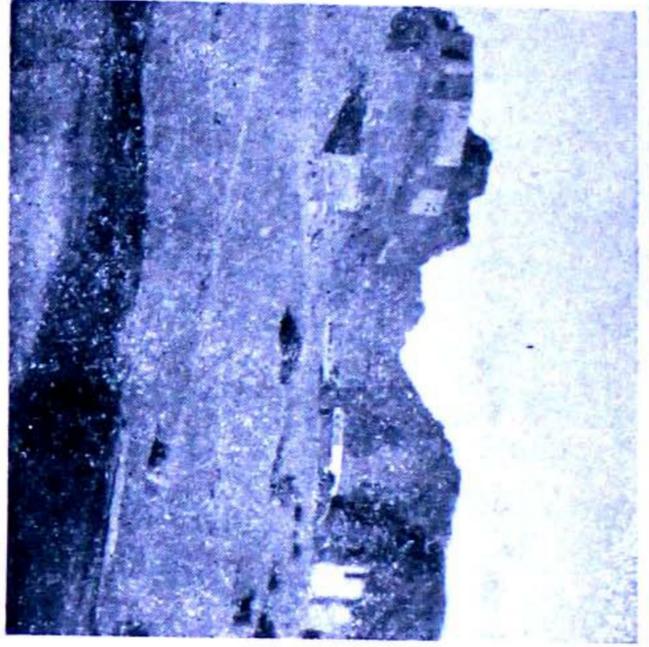
اسلام نے ہاں ہر چیز میں جمالیات کا لحاظ رکھا ہے، وہیں لڑائی کے لئے بھی انسانیت پرور اور قابل عمل قواعد بنائے ہیں۔ چنانچہ ایک مشہور حدیث جو غالباً اسی جنگ بدر کے موقع پر ارشاد ہوئی تھی، یہ ہے کہ اِذَا قَاتَلْتُمْ فَاحْسِنُوا الْقِتْلَةَ (جب تم کسی کو قتل بھی کرو تو اچھے طور سے قتل کرو) خواہ مخواہ تکلیف دہ کاموں کی اور مقابلے کے ناقابل زخمیوں کو قتل کرنے، عورتوں، بچوں

۱۔ ابن ہشام ص ۲۵۹ تا ۲۶۰۔ ابن سعد ج ۲ ص ۱۱۱ نیز بخاری ص ۵۷۲ سیرۃ شامی غزوة بدر نیز ابن ہشام ص ۲۵۶۔
 ۲۔ اصحابہ ص ۳۳۶۔ ابن سعد نیز بخاری ج ۲ ص ۳۸۰۔ ابن ہشام ص ۲۶۲ وغیرہ۔ مسند ابن حنبل ج ۲ ص ۲۲۲ ابن سعد ج ۲ ص ۱۱۱۔ طبری ص ۱۳۵ نیز ابن ہشام ص ۲۵۶۔ مثلاً طبری ص ۱۳۸۔ فلما ورد رسول الله صلى الله عليه وسلم بدرا قال هذه مصارعهم
 نیز ابن ہشام ص ۲۳۵ وغیرہ ص ۲۳۵ صیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۶



ط غار نبوی جس میں معرکہ احد کے بعد آرام لیا گیا اور دشمن

سے امن ملا



جبل رماة

۱ جہاں احد میں تیر انداز مامور تھے

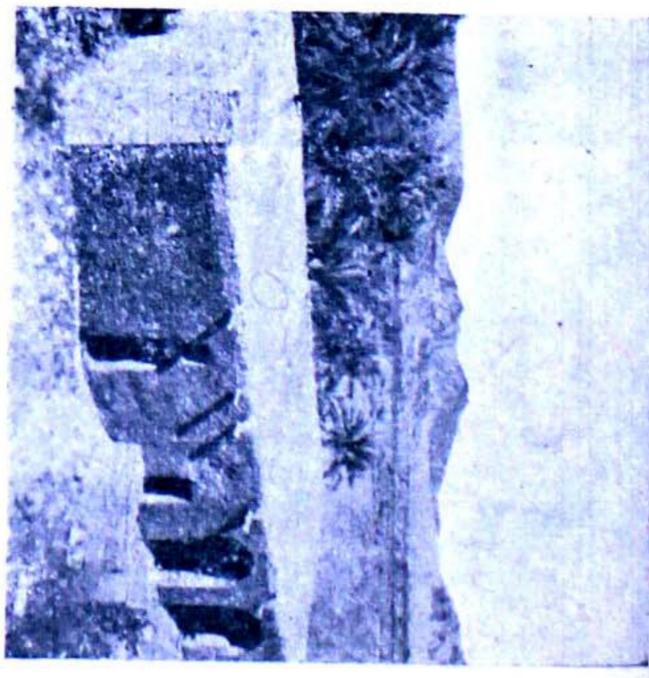
مصریح حمزہ بائیں ہاتھ پر اور مدفن ابتدائی حمزہ دائیں ہاتھ پر نظر

آ رہے ہیں



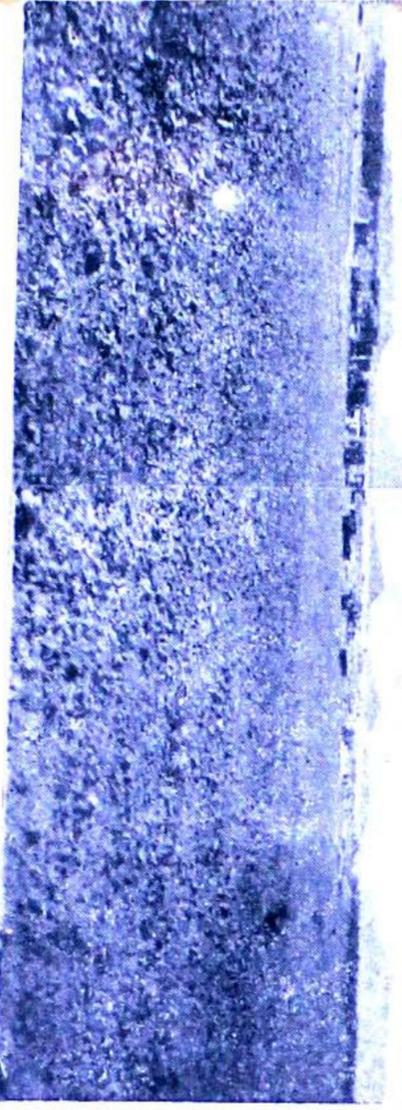
۲ شہدائے بدر کی جو کہنڈی

۶ اور المدوۃ الدنیا کی پٹاری



۳ مسجد عریش جہاں آنحضرت

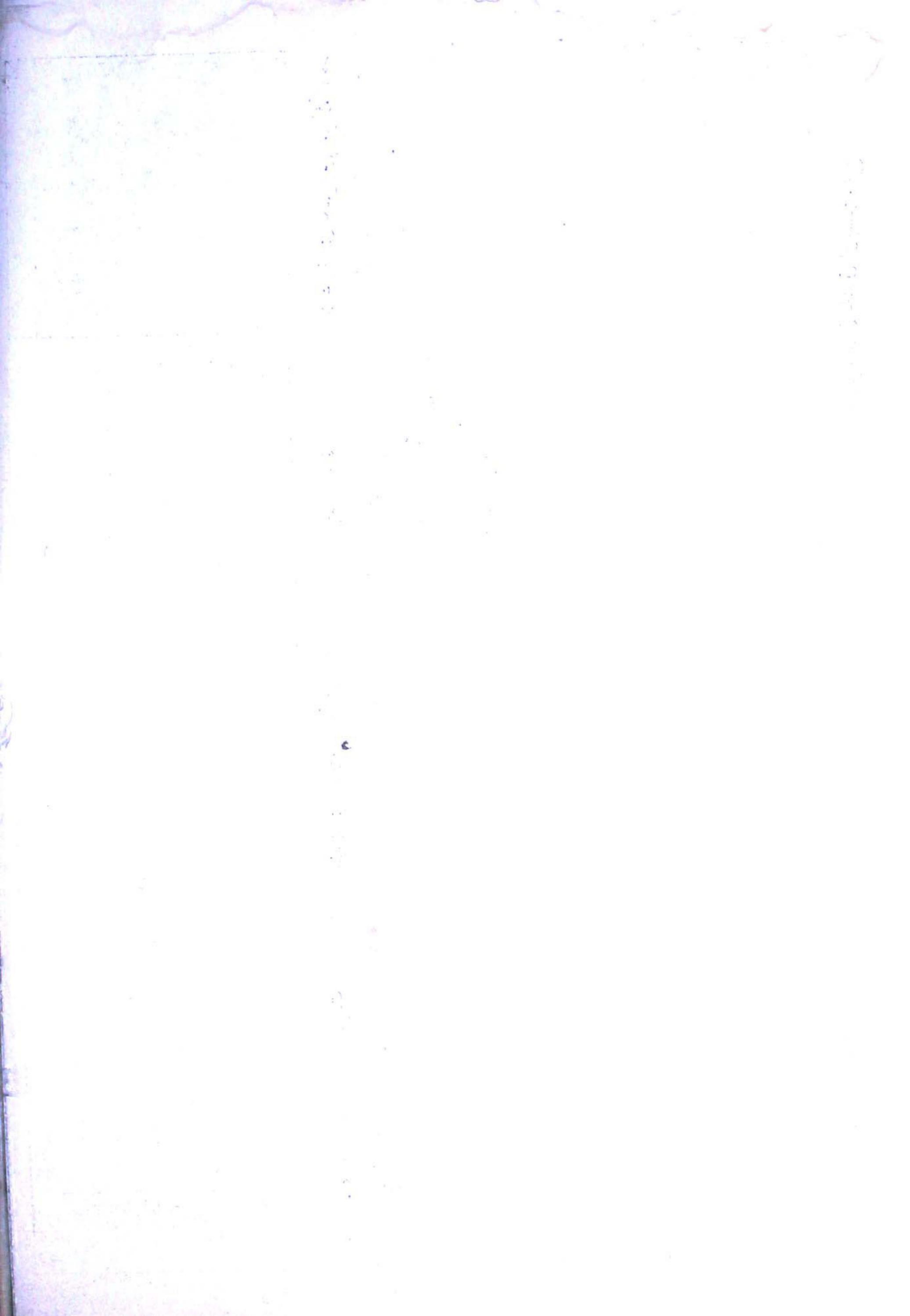
۵ فوج کو لڑاتے رہے



منظر میدان خندق از مسجد فتح



۷ مساجد خمسہ (خندق)



اور لڑائی میں حصہ نہ لینے والے نوکروں غلاموں وغیرہ پر ہتھیار چلانے کی سختی سے ممانعت کی گئی اور قرآن مجید میں اسی جنگ بدر کے موقع پر ہتھیار کے استعمال کی ایک بڑی اہم ہدایت آئی کہ :-
 ”واضربوا منہم کلَّ بَنَانٍ“ (یعنی ان کی جوڑوں پر مارو) اور ظاہر ہے کہ دشمن کو لڑائی کے ناقابل
 کرنے اور ساتھ ہی خونریزی کو حقی الامکان گھٹانے کی اس سے بہتر ہدایت کسی دست بدست
 لڑائی کے لئے نہیں دی جاسکتی۔

اُحُد

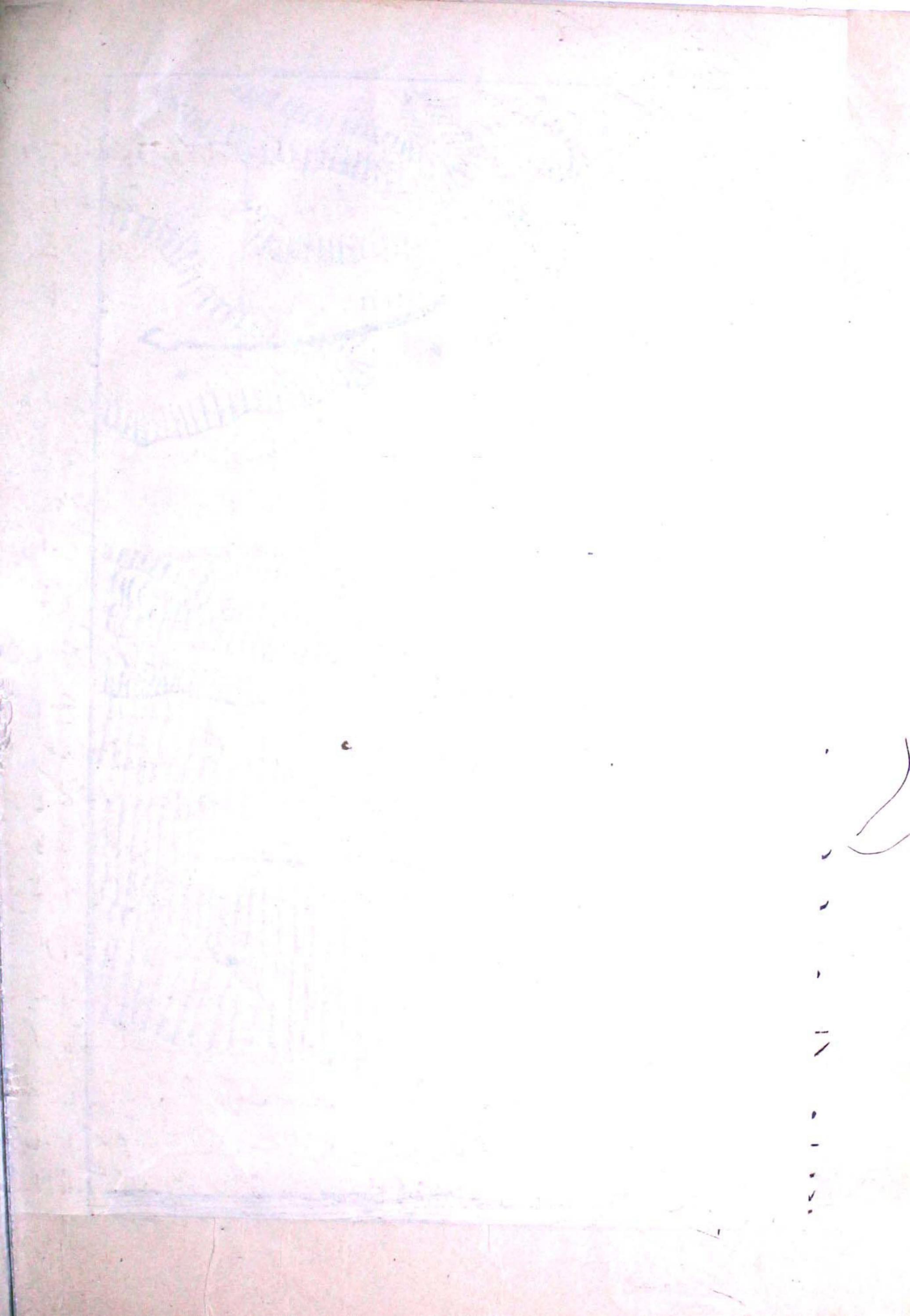
(دیکھیے نقشہ ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰)

شام جانے کا بڑی راستہ قریش کے تجارتی کاروانوں کے لئے جو اہمیت رکھتا تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے اس کو کھلا رکھنے کے لئے ڈھائی لاکھ درہم کا چندہ کرنا اپیل مکہ کے لئے ذرا بھی بار نہ گزرا۔ کم و بیش اتنی ہی اور رقم انھوں نے بدر کے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑانے میں صرف کی۔ سیرۃ شامی وغیرہ میں تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ کس طرح قریش نے علاوہ اپنی ذاتی رضا کارانہ جمعیت کے جس میں جنگجو "احابیش" بھی شریک تھے، عمرو بن العاص، عبداللہ بن الزبیر، ہبیرہ بن ابی وہب، مسافع بن عبدمناف اور ابو عزة عمرو بن عبداللہ الجحفی کو تمام قبائل عرب میں بھیجا اور خطرے کی اہمیت سمجھا کر مدینے پر حملے کے لئے مدعو کیا۔ اس میں اتنی کامیابی ہوئی کہ قاتلوا العرب و جمعوا "غرض تین ہزار کی جمعیت سال بھر کے عرصے میں تیار ہوئی جس میں سات سو زردہ پوش اور دو سو گھوڑے بھی تھے۔ اس تیاری کی اطلاع مسلمانوں کے خفیہ نگار نے بروقت آنحضرت کو دیدی اور مدینہ بھی مدافعت کے لئے تیار ہو گیا اور وسط شوال ۶۰۰ھ میں احد کی معرکہ آرائی ہوئی۔ قریشی مع اپنے پیلیفوں کے مدینے پر دھاوا بولتے ہیں اور احد پہاڑ کے دامن میں لڑائی ہوئی احد ایک پہاڑ ہے جو مدینے کے شمال میں تین ساڑھے تین میل کے محل وقوع اور وجہ انتخاب | فاصلے پر شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے۔ مکے کے متعلق سب جانتے ہیں کہ وہ مدینے کے جنوب میں واقع ہے۔ عرصے سے میں یہ سوچتا اور بہتوں سے پوچھتا رہا کہ مکے و احُد مدینے کے جنوب پر کیوں حملہ آور نہیں ہوئے اور کس مصلحت سے مدینے کے شمال میں جا کر اپنی واپس

۱۰۰ھ بربرقع
۱۰۱ھ سیرۃ شامی "کتب العباسی الی رسول اللہ ص ۵۵۵ و ما بعد
۱۰۲ھ ابن ہشام ص ۵۶۱

۱۰۳ھ سیرۃ شامی احوال اُحد
۱۰۴ھ ابن ہشام ص ۵۶۱

۱۳۴۰ء میں لکھا گیا ہے۔ یہ آغانی ج ۱۳ ص ۱۳۴



اور اپنی کمک وغیرہ کا راستہ بند کر لیا۔ جب میری کسی طرح تشفی نہ ہوئی تو مجبوراً میں اس نتیجے پر پہنچا کہ موجودہ اُحد وہ مقام نہیں ہے جہاں غزوہ اُحد پیش آیا اور یہ کہ قدیم اُحد اصل میں مدینے کے جنوب میں بُبا کے قرب و جوار میں کسی جگہ واقع ہوگا۔ قدیم مورخین اور جغرافیہ نگاروں کا متفقہ بیان کہ اُحد مدینے کے شمال میں ہے اور حتیٰ کہ حضرت حمزہ کا مزار بھی میری تشفی نہ کر سکے۔

لیکن جب میں نے برسرِ موقع مقامیاتی (ٹوپوگرافیکل) مطالعہ کیا تو وہ چیز سمجھ میں آگئی جو بیسیوں کتابوں کی سا لہا سال ورق گردانی سے بھی نہ آئی تھی۔

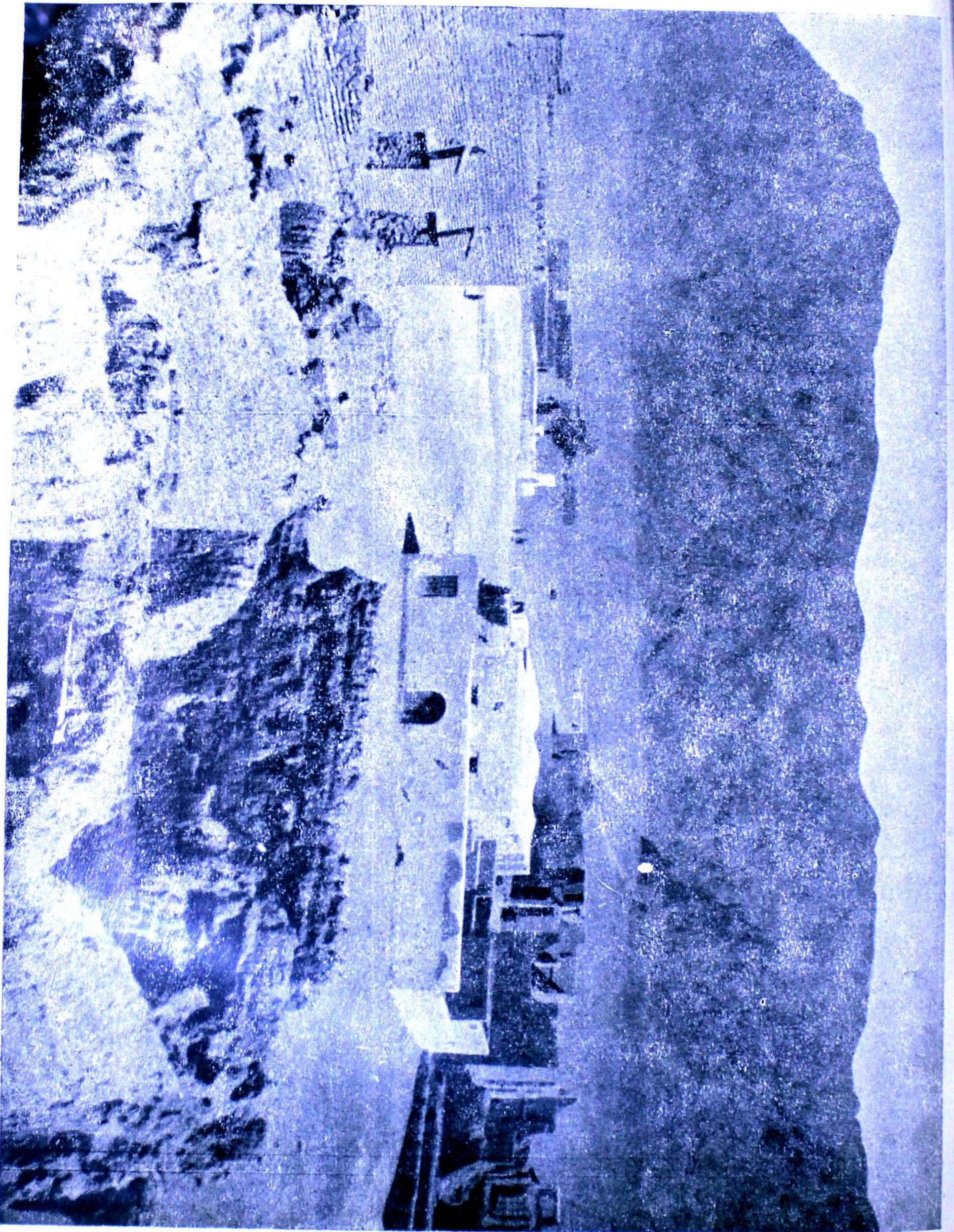
مدینہ ایک ایسے مقام پر آباد ہے جو دس ایک میل لمبے اور اتنے ہی چوڑے میدان پر مشتمل ہے۔ اسی میدان کو "جوہِ مدینہ" اور بعد میں "حرمِ مدینہ" کا نام دیا گیا۔ اس میدان کے اطراف ہر سمت میں اونچی اور ایک دوسرے سے متصل پہاڑیوں کا سلسلہ بڑی دور تک چلا گیا ہے اور آمدورفت ٹنک واپوں اور گھائیٹوں میں سے ہوتی ہے۔ جبلِ غیر اور جبلِ ثور سے محدود ہونے والا یہ میدان بالکل ہموار بھی نہیں ہے بلکہ بیچ میں سلع کا پہاڑ اور متعدد دیگر چھوٹی پہاڑیاں واقع ہیں جن کو بڑی جنگی اہمیت حاصل ہے۔

عہدِ نبوی میں مدینہ کوئی اس طرح کا شہر نہ تھا جیسا کہ وہ آج کل ہے، یا جس طرح کے گنجان نخلوں کے مجموعوں کے ہم عادی ہیں۔ اس زمانے میں وہاں عرب اور یہودی قبیلے بستے تھے اور ہر قبیلے کا محکمہ یا گاؤں دوسرے سے الگ اور فرلانگ دو فرلانگ یا اس سے بھی زیادہ فاصلے پر واقع تھا۔ اس طرح کے گاؤں کا سلسلہ جبلِ غیر سے جبلِ ثور تک برابر پھیلا ہوا تھا۔

ان گاؤں کی حالت یہ تھی کہ ان میں ایک یا زیادہ پانی کے کنوئیں ہوتے، رہائشی مکان پتھر کے بنے ہوئے اور عموماً دو منزلہ ہوتے۔ ہر گاؤں میں برج کی وضع کی مستحکم عمارتیں ہوتیں جن کو اطام اور آجام کہا جاتا۔ جنگ کے زمانے میں عورتیں بچے، جانور اور دیگر اسباب ان میں منتقل کر دیا جاتا۔ ایک زمانے میں ان اطام کی تعداد ایک سو سے زائد ہو گئی تھی۔ ایک اور زمانے میں خاص ایک قبیلہ بنی زید میں (۱۴) اطام تھے۔ ان میں سے بعض بہت بڑے ہوتے تھے۔ چنانچہ اُحیم بن الجلاح کا اطم الضحیان کتاب الاغانی کے مطابق سے منزلہ تھا۔ سب سے نیچے کی منزل لاوے کے سیاہ پتھروں سے تعمیر ہوئی تھی

اس سے اوپر کے دو درجے (ذنبہ) "چاندی کی طرح سفید پتھروں" سے بنائے گئے تھے اور یہ اطم اتنا اونچا تھا کہ اونٹ کی ایک دن کی مسافت سے اس کو دیکھ سکتے تھے۔ تبا کے قریب اس اطم کے کھنڈر اور اس کی سب سے نیچے کی منزل اب تک باقی ہیں اور مدینے کی دور جاہلیت کی عربی تعمیر کے مطالعے کا موقع دیتے ہیں (تصویر ۲۱)۔ ان آطام کے اندر اکثر پانی کے کنویں بھی ہوتے تھے، تاکہ محاصرے کے وقت کام دیں۔

ان منتشر اور دور دور بسے ہوئے محلوں کے علاوہ مختلف افراد یا قبائل کے باغ تھے اور عموماً ان کا احاطہ پتھر کی دیوار سے بنایا جاتا تھا۔ یہ باغ آبادی کے اطراف چوڑی پھیلے ہوئے تھے۔ ان قبائلی آبادیوں میں سے ایک کا نام میثرب تھا اور یہ گاؤں اب تک باقی ہے۔ ممکن ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ سب سے اہم آبادی ہو اور اسی کی بنا پر پورے جوہ مدینہ کے دیہات پر میثرب کا اطلاق ہوتا ہو جس کی نظیریں ہر ملک میں ملتی ہیں۔ مدینۃ النبی کا محلہ؛ جہاں آنحضرت رہتے تھے، کم و بیش وسط میں واقع ہے۔ مکے والوں کو عام اہل مدینہ سے کوئی پر خاش نہ تھی۔ وہ صرف آنحضرت پر اپنا غصہ اتارنا چاہتے تھے۔ مسکن بنوی تک پہنچنے کے لئے جنوب میں گنجان باغ حائل تھے جن کے باعث لڑائی کا کوئی میدان نہ تھا۔ جنوب مشرق میں قبا اور عوالی کی آبادیاں اور باغ تھے مشرق میں مسلسل یہودی محلے تھے جو شمالاً جنوباً قبا سے لے کر تقریباً احد تک چلے گئے تھے۔ باغوں یا محلوں کا سلسلہ جنوب مغرب اور مغرب میں بھی پھیلا ہوا تھا مگر نسبتاً کم گنجان تھا۔ مدینے کی موجودہ فصیل پر شمال میں باب الشامی کے پاس بنو ساعدہ رہتے تھے جن کا سقیفہ (تصویر ۲۲) اب تک موجود ہے اس سے آگے خود جبل سلع پر بنو حرام رہتے تھے۔ ان کا قبرستان اور سقیفہ بھی اب تک باقی ہیں شمال مغرب میں وادی الحقیق کے کنارے بنو رومہ تک بہ کثرت باغ تھے۔ بنو رومہ مع اراضی تابعہ ابتداً یہودیوں کے قبضے میں تھی۔ شمالی حصہ البتہ کھلا ہوا تھا۔ چونامالی ہونی سفید چوڑ کی زمین کے باعث آج بھی وہاں زراعت نہیں ہو سکتی۔ ادھر سے مدینۃ النبی کا راستہ کھلا ہوا بھی تھا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا، مدینے کے جنوب میں بلند پہاڑیاں ہیں اور راستہ صرف وادیوں اور گھاٹیوں میں سے گزرتا ہے۔ عہد بنوی میں مدینے کو براہ راست جنوب سے آنے کے لئے قبا کی طرف ایک سخت دشوار گزار



میدان غزوہ احد اور جبل احد (جبل رماة پر سے)

راستہ تھا جو لاوے کے پتھروں سے اٹا ہوا ہونے کے باعث شاذ ہی اختیار کیا جاتا تھا۔ آنحضرت نے ہجرت کے وقت دشمن کے تعاقب کے خیال سے مصلحتاً ہی راستہ اختیار فرمایا تھا۔ کسی فوج کے لئے لاوے سے اٹے ہوئے میدانوں میں سے گزرنا آدمی اور جانوروں کے لئے سخت تکلیف دہ ہے اور دوپہر کو ان پتھروں کے گرم ہو جانے کے باعث وہاں پڑاؤ ڈالنا بھی کم پسند کیا جاسکتا ہے۔ مدینہ کے مشرق اور مغرب دونوں طرف شمالاً جنوباً لاوے کے یہ میدان پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کو لابلہ "اور حرہ" کہا جاتا ہے۔ ان حرّوں میں آبادی کے مکان تو تھے۔ غالباً جنگی مصلحت سے، لیکن بارغ نہیں اگر تکلیف گوارا کر کے ان حرّوں پر سے فوج گزر بھی جائے تو ایسے میدانوں میں لڑائی بھی آسان نہیں۔

فرید برآں مدینے کو آنے کا جنوبی راستہ جو آجکل باب العنبر یہ سے داخل ہوتا ہے، اچھی تین سو سال پہلے تعمیر ہوا ورثہ قدیم زمانے میں کاروانوں کا راستہ یہ تھا کہ ذوالحلیفہ سے گزرتے ہی جبل غیر کے مغرب سے وادی العقیق کے اندر سیدھے شمال میں زغابہ کے سنگم (مجمع الاستیال) تک جائیں اور وہاں سے مدینے کو جانے کے لئے جنوبی طرف مڑیں۔ وادیوں کے یہ راستے نرم ریت پر مشتمل ہونے کے باعث اونٹوں کو بھی پسند تھے۔

غرض یہ جغرافیہ دشواریاں تھیں جن کے باعث قریش کی تھکی ہوئی فوج اور بارہ دن کے کوچ سے نیم مرده جانوروں نے بھی مدینے سے دور زغابہ میں جا کر ٹھہرنا پسند کیا۔ یہاں پانی انراط سے تھا۔ چارہ بھی ملتا تھا۔ اور چونکہ کامیابی کا یقین تھا اس لئے واپسی کے راستے کی بھی فکر نہ تھی۔ جیسا کہ بیان ہوا اُحد پہاڑ مدینے کے شمال میں شرقاً غرباً کم و بیش بہ خط مستقیم پھیلا ہوا ہے۔ تقریباً وسط میں اس میں ایک جگہ خاد آتا ہے اور نیم دائرے یا گھوڑے کی نعل کی شکل کا ایک کافی وسیع میدان بن گیا ہے۔ اس کے عقبی یعنی شمالی حصے میں ایک بہت ہی تنگ درے سے گزرنے پر اندر فرید کھلے یا محفوظ میدان مل جاتے ہیں۔ اُحد کے جنوبی دامن میں وادی قناتہ گزرتی ہے۔ وادی قناتہ کے جنوب میں جبل عینین واقع ہے جسے اب جنگ اُحد میں تیراندازوں کے تعین کے باعث جبل الرماة کہا جاتا ہے۔ وادی قناتہ کے شمال میں جبل اُحد کے دامن میں جو کھلا میدان ہے اس میں پانی کے دو چشمے اب بھی موجود ہیں اور کوئی تعجب نہیں جو انھیں چشموں کے باعث جبل الرماة کو جبل عینین (دو چشموں والا پہاڑ) کہا جاتا رہا ہو۔

جب قریشی فوج مدینے کے قریب ذوالحلیفہ پہنچی تو مسلمانوں کے جاسوس ان میں شامل ہو گئے اور جب یہ فوج جبل اُحد کے مغرب میں زغابہ میں مقیم ہو گئی تو مدینہ آ کر ریٹ دی۔ آنحضرت نے بھی (جو ابتداء شہر کے اندر ہی رہ کر مدافعت کرنی چاہتے تھے لیکن بعد میں فوج کے نوجوان افسروں کے اصرار پر باہر نکل کر مقابلے کو منظور فرماتے ہیں) اپنی فوج کو اُحد کی طرف چلنے کا حکم دیا۔ آبادی کے باہر جمع ہونے پر شیخین کی گڑھیوں کے پاس استعراض (روایہ) ہوا اور رضا کاروں کا تنقیدی نظر سے معائنہ فرمایا۔ کم عمر بچے واپس کر دئے گئے۔ البتہ عورتوں کی کافی تعداد ساتھ رکھی گئی جو لڑائی کے وقت زخمیوں اور دیگر سپاہیوں کی خدمت کرتی ہیں۔ ان میں ام المؤمنین بی بی عائشہ بھی تھیں جن کا مشکبیں بھر بھر کر پانی لانا اور زخمیوں کو پلانا صحیح بخاری میں تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ اس فوج میں کل سات سو آدمی تھے جن میں سے صرف ایک سو کے پاس زرہیں تھیں باقی مختلف قسم کے ہتھیاروں میں سے ایک یا چند لئے ہوئے تھے۔ پہلے دن اسی جگہ قیام رہا جہاں رضا کاروں کو جمع ہونے کا حکم دیا گیا تھا اور جہاں فوج کا معائنہ ہوا تھا۔ اس جگہ شیخین نامی دو مشہور اطام (چھوٹے قلعے) بھی تھے۔ رات کو پچاس سپاہی حفاظت کے لئے اسلامی پڑاؤ کے اطراف گشت کرتے رہے تاکہ شب خون کا اندیشہ نہ رہے۔ دوسرے دن آگے بڑھ کر جبل اُحد کے مذکورہ خواؤ کے اندر پڑاؤ ڈالا گیا جس سے بہتر اور محفوظ مقام نہیں مل سکتا تھا۔ آنحضرت نے فوراً مورچوں پر قبضہ کیا اور جبل عینین (جبل الرماة) پر پچاس تیر انداز متعین کئے کہ اگر دشمن وادی قناتہ کی راہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کوئی ٹکڑی بھیجے تو اسے روکیں۔ باقی چھ سارٹھے چھ سو سپاہیوں سے آنحضرت نے قریش کی تین ہزار کی جمعیت کے مقابلے کا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھا۔ متعدد مورخوں نے لکھا ہے کہ لڑائی کے دن آپ نے دوہری زرہ زیب تن فرمائی تھی اور بعض بیانیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑائی کے دن آپ نے کعب بن مالک سے زرہ بدلی بھی فرمائی۔ غالباً اس لئے کہ دشمن پہچان نہ سکے۔

جبل عینین اور جبل اُحد کے درمیان آج کل جو فاصلہ ہے وہ آٹھ میل ہے کہ پچاس تیر اندازوں

۱۔ معاذی الواقدی درق (۲۹ ب) ۲۔ ابن ہشام ص ۵۵ ۳۔ سیرۃ شامی بر موقع ۴۔ ایضاً (نزل بایجن دہماطان)
 ۵۔ ایضاً (استعمل علی المحرس تک اللیلہ محمد بن مسلم) ۶۔ ایضاً ۷۔ ابن ہشام ص ۵۶ ۸۔ ابن ہشام ص ۵۶
 ۹۔ کتانی ۱۰۔ تیر استیجاب ۱۱۔ ۹۰

کاسواروں کے ایک رسالے کو روکنا ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ قریش کے ساتھ دو سو گھوڑوں کا ہونا بیان کیا جاتا ہے جو خالد بن الولید اور عکرمہ بن ابی جہل کی گمان میں تھے۔ دوسرے الفاظ میں وادی قناتہ سے گھستے کی کوشش کرنے والا خالد بن الولید کا رسالہ کم سے کم تلو سواروں پر مشتمل تھا، اور موجودہ چوڑائی اتنی ہے کہ یہ رسالہ مسلم تیراندازوں کی زد سے پرے حفاظت سے گزر سکتا ہے۔ اس دشواری کا حل سوائے قیاسات کے ممکن نہیں۔ گمان یہ ہوتا ہے کہ اُحد اور وادی قناتہ کے مابین اس وقت جو ہلکے سے ڈھلوان کا میدان ہے، وہ سترہ میں اتنا ہموار نہ تھا جتنا اب ہے۔ مورخین کے بیان کے مطابق وادی قناتہ میں بارہا شدید طغیانیاں آتی رہی ہیں۔ چنانچہ حضرت حمزہ کو اسی بنا پر ابتدائی مدفن سے نکال کر موجودہ قبر میں دفن کرنا پڑا تھا۔ ان طغیانوں نے اس ڈھلوان کو، جو اُحد کی طرف سے اُترتا ہوا قناتہ کی طرف آتا ہے، ہموار تر کر دیا ہے۔ دوسرے جبل الرماہ پر حالیہ زمانوں میں جو مکان تعمیر ہوئے ہیں، نیز حضرت حمزہ کے مقبرے اور عظیم الشان مسجد کو بنانے اور ان کی درجن مکانوں کو تعمیر کرنے میں جو وادی قناتہ کے کنارے مقبرہ حضرت حمزہ کے مشرق میں ہیں اُحد کے دامن سے پتھر حاصل کئے گئے، اور اس سنگ تراشی یا سنگ براری نے بھی اُحد و عینین کے درمیانی ڈھلوان کو مسطح کر دیا، ورنہ قدیم زمانے میں اُحد کے دامن میں جبل عینین نے تیراندازوں کی زد سے بچ کر سوار نہیں گزر سکتے ہوں گے۔ ایک یہ بھی امکان ہے کہ وادی قناتہ کے بائیں نیردو چشمیوں کی موجودگی کی بنا پر اُحد اور قناتہ کے مابین باغ، مکانات وغیرہ ہوں جو اب باقی نہیں رہے اور یہ رسالے کو روکتے ہوں گے اور وہ صرف وادی قناتہ میں سے گزر سکتا ہو گا۔ اگر رسالہ صرف وادی قناتہ میں سے گزرنا چاہے تو تیرانداز اسے اچھی طرح زد میں لے سکتے ہیں اس دشواری کا ایک خاصا بڑا حل اس تفصیل میں مل جاتا ہے کہ تیراندازوں کی ہکاری کے لئے چند سوار بھی تعین تھے جیسا کہ ابھی نیچے ذکر آئیگا باغوں کا بھی ہیں ذکر ملتا ہے۔ ابو جانیہ کا دامن اُحد میں رسول کریم سے ایک خصوصی تلوار اپنی بہادری کے اظہار کے لئے حاصل کرنا مشہور واقعہ ہے۔ اس موقع پر ان کا کہا ہوا ایک شعر جو طبری (ص ۱۴۲۶) اور ابن ہشام (ص ۵۶۳) میں محفوظ ہے، کوئی تعجب نہیں جو اصلی ہو۔

و نحن بالسفح لدی الخلیل
جب کہ ہم نخلستان کے پاس پہاڑ کے دامن میں تھے

ان الذی عاہدنی خلیلی
(ترجمہ) میں وہ ہوا جس سے میرے دوست نے معاہدہ لیا

جنگ اُحد کے دن قریشی فوج زغابہ سے سیدھے اُحد کے جنوبی دامن میں پہنچ گئی ہوگی اُحد موجود مغربی مقبرہ شہدا پر مسلمانوں سے اس کی مرٹ بھڑھائی ہوگی۔ خالد بن الولید کا رسالہ کہہ کر سے آیا؛ میرا قیاس ہے کہ وہ زغابہ کے شمال مشرق میں اُحد کے پیچھے سے گزرتا ہوا مشرقی طرف سے میدان اُحد کی طرف آیا، جہاں باوجود کسی بار بڑھنے کی کوشش کے تیروں کی باڑھا سے پسپا ہونے پر مجبور کرتی رہی۔ طبری (جلد ۱۳ ص ۱۰۷) سے یہ اہم واقعہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کے رسالوں کے مقابلے کے لئے آنحضرت نے اپنے مختصر رسالے کے بھی دو حصے کئے تھے، اور حضرت زبیر کا رسالہ تیر اندازوں کے ساتھ ہمکاری کرتے ہوئے خالد کے رسالے کو پسپا کرنے میں کامیاب حصہ لیتا رہا۔

تاریخ میں جانتے ہیں کہ اہل مدینہ کی جانبازی کے باعث قریشی لشکر کے پاؤں جلدی ہی اکھڑ گئے اور مسلمان سپاہی لوٹ گھسٹ کرنے لگے۔ اس وقت تیر انداز بھی پہاڑ سے اتر آئے اور مال غنیمت جمع کرنے کے لئے چوڑی بھیل گئے حالانکہ آنحضرت نے انھیں ہر حال میں اپنی ہی جگہ جمع رہنے کی تاکید فرمائی تھی حتیٰ کہ مسلمان فوج کو شکست بھی کیوں نہ ہو جائے۔ سات آٹھ تیر انداز جو وہاں رہ گئے، خالد بن الولید کے رسالے کے نئے دھاوے کو روکنے کے ناقابل تھے۔ جب ان سواروں نے مسلمانوں پر اچانک پیچھے سے حملہ کیا اور وہ پلٹے تو پسپا ہوتے والا قریشی لشکر بھی تھما اور دوبارہ حملہ کیا۔ اب مسلمان دو طرف سے گھر گئے اور آنحضرت کی شہادت کی افواہ پھیلی تو ان کے اوسان اور بھی خطا ہوئے اور آخر انھیں شکست ہو گئی اور اکثر مدینے کی طرف بھاگ نکلے۔

قریش سمجھے کہ ان کا کام ختم ہو گیا اور وہ اپنے اذنوں پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ آنحضرت زخمی ہو گئے تھے۔ آپ کے دندان مبارک کو بھی دشمن کی سنگ اندازی سے صدمہ پہنچا تھا اور دشمن کے کھود کر چھپائے ہوئے ایک گڑھے میں بھی اتفاقاً آپ گر پڑے تھے۔ مگر دشمن مسلمانوں سے میدان کو خالی پا کر اپنے پڑاؤ کی طرف روانہ ہونے لگا تو بچے بچے کچھ مسلمان سپاہی پھر جمع ہونے لگے اور آنحضرت بھی اپنے گڑھے سے نکلے اور احد پہاڑ کے مشرقی حصے پر اپنے ساتھیوں کی مدد سے چڑھے اور وہاں کے محفوظ غار میں جا کر آرام لیا جس میں ایک آدمی آرام سے لیٹ سکتا اور متعدد لوگ اس کے بازو بیٹھ سکتے ہیں۔ آنحضرت

۱۔ ابن ہشام ص ۵۶۹۔ ۲۔ ایضاً ص ۵۷۰۔ ۳۔ ابن ہشام ص ۵۷۰۔ ۴۔ موقع پاکر ایک منافق نے ایک مسلمان کو قتل کر ڈالا تو پتہ چلنے پر بعد میں آنحضرت نے قصاص کا حکم فرمایا (دیکھئے کتاب المجاہدین ص ۲۶)۔ ۵۔ ابن ہشام ص ۵۶۹، لیکن ایک اور صحابی کو بعض دیگر ذبیحوں نے دشمن سمجھ کر قتل کر ڈالا تو متول کے بیٹے حذیفہ بن الیمان نے خون بہا معاف کر دیا (ابن ہشام ص ۶۰) حذیفہ کے والد الیمان (یعنی مین والے) کا نام حذیل بن جابر تھا۔ ۶۔ ابن ہشام ص ۵۵۵ و بعد۔ ۷۔ ابن ہشام ص ۵۷۱۔ ۸۔ ایضاً ص ۵۷۲۔ ۹۔ ایضاً ص ۵۷۲۔ ۱۰۔ ایضاً ص ۵۷۲۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کی خبر پھیلی تو مسلمان سپاہی بھی اس غار کی طرف
 چڑھنے لگے۔ اس اجتماع کو دیکھ کر دشمن کے چند سپاہی متوجہ ہوئے مگر مسلمان بلندی پر تھے، اُن کی سنگ
 اندازی کا مقابلہ ایک چھوٹی ٹکری نہیں کر سکتی تھی، اور اپنے ساتھیوں کو جانا دیکھ کر انہوں نے اس آخری
 مورچے کو زیادہ اہمیت بھی نہیں دی، اور خود بھی روانہ ہو گئے۔ آنحضرت کو خوف ہوا کہ کہیں یہ شہر مدینہ میں
 گھس کر وہاں لوٹ مار اور آتش زنی نہ کریں۔ مگر جب یہ خبر ملی کہ گھوڑوں کو کوتل بنا کر دشمن اونٹوں پر سوا
 جا رہا ہے تو یہ نتیجہ نکالا گیا کہ وہ بسے کوچ کا ارادہ رکھتا ہے، مدینہ پر دھاوے کا نہیں ہے۔ آنحضرت پھر بھی مطمئن
 نہیں ہوئے اور اس خیال سے کہ دشمن اپنی غلطی پر نادم ہو کر پھر راستے سے واپس نہ پلٹے آپ قریش کے
 پیچھے پیچھے روانہ ہوئے اور آٹھ دس میل تک جا کر کافی عرصہ راستے پر قیام کیا، اور جب اطمینان ہو گیا تو
 مدینہ واپس آئے۔

خندق

(دیکھیے نقشہ کی تصاویر لے لے)

اُحد کی لڑائی میں قریش جیت لو گئے لیکن مدینے میں اپنا فوجی دستہ چھوڑ جانے اور اپنے شامی کاروانوں کے راستے کی مستقل حفاظت کا اطمینان کرنے پر انھوں نے کوئی توجہ نہ کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قریش اور ان کے حلیف ہمراہوں کے مدینے سے دور نکلنے ہی مسلمان اپنے گھروں میں آ گئے، اور جلدی ہی منہول نے اپنا کھویا ہوا وقار نہ صرف حاصل کر لیا بلکہ اپنے اثرات مشرق میں نجد تک اور شمال میں کاروانوں کے جنکشن دومتہ الجندل کے قریب تک پھیلا دیئے۔ اور قریش کا نہ صرف شام و مصر بلکہ عراق کا راستہ بھی موثر طور سے بند کر دیا۔ اور خود شہر مدینہ میں بھی وہاں کے یہودیوں کی روزانہ قزوں جلا وطنی اور نو مسلم عرب قبائل کے توطن سے ان کی حالت مستحکم رہے ہو گئی۔ (دیکھیے میرا خصوصی مقالہ بعنوان "ہجرت" رسالہ سیاست حیدرآباد جولائی ۱۹۴۷ء میں)

مگر یہودیوں کی جلا وطنی تازہ مشکلات کا باعث بنی۔ یہ لوگ مدینے کے شمالی علاقوں میں جا کر بسنے لگے جیسے خیبر، وادی القریٰ، اور دیگر یہودی نوآبادیاں جو شامی راستے پر فلسطین تک پھیلی ہوئی تھیں۔ غالباً دومتہ الجندل میں بھی ان کے خاصے اثرات تھے کیونکہ مدینہ آنے والے غلے وغیرہ کے کاروانوں کو اب دومتہ الجندل میں بھی چھیڑا جانے لگا۔ ان یہودیوں نے اپنے معاشی اثرات سے ایک طرف تو عطفان وغیرہ قبائل کو مدینے پر دھاوا بولنے کے لئے فراہم کر دیا اور دوسری طرف قریش کو بھی ان تیاریوں سے آگاہ کر کے مدینے پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کر دیا۔ اور یہ سب تیاریاں پوری ستوری سے کوئی دو سال تک ہوتی رہیں۔ اور شوال ۵۵ھ میں مدینے کی خندق کا محاصرہ کر لیا گیا۔

۱۔ یہ مضمون وذات الرقاع وغیرہ نجد ہی میں ہے۔ ۲۔ ابن ہشام ص ۱۹۱ تا ۱۹۲۔ ۳۔ ابن ہشام ص ۵۴، طبری ص ۱۴، ۱۵۔ ۴۔ التنبیہ والاسرائف للستوری ص ۲۴۸۔ ۵۔ ابن ہشام ص ۶۸۔ ۶۔ البیان لابن کثیر ص ۶

دومتہ الجندل میں مدینہ آنے والے کاروانوں کو ستایا بلکہ روکا جانے لگا تو آنحضرت خود ادھر روانہ ہوئے، تاکہ اس کانٹے کو راستے سے صاف کیا جائے۔ بظاہر دورانِ مہم میں آپ کو اس مخالفانہ سازش اور جھجکا بندی کا پتہ چل گیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اب بہت جلد وار کیا جانے والا ہے۔ اسی لئے خلاف معمول آپ آدھے راستے سے مدینہ واپس آ گئے اور شہر کی مدافعت کا انتظام کرنے لگے۔

اسلامی مورخ عام طور سے لکھتے ہیں کہ مدافعت کے مشورے میں حضرت سلمان فارسی نے رائے دی کہ شہر کے اطراف ایک خندق کھودی جائے جیسا کہ ایران میں رواج تھا ہے۔ مکتوبات نبوی میں سے ایک میں جو مغازی الواقدی اور مقرئری کی التخاصم بین بنی ہاشم و بنی امیہ میں ملتا ہے، ابوسفیان نے طعنہ زنی کی کہ مقابلے کی جگہ قلعوں میں گھس بیٹھے ہو، اور حیرت ظاہر کی کی کہ یہ نیا داؤں کس سے سیکھا، اس کے جواب میں آنحضرت نے لکھا کہ خدا نے آپ کو یہ چیز الہام کی ہے۔

بہر حال جو بھی ہو، یہ امر واقعہ ہے کہ شہر کی پورے کا مقابلہ آنحضرت نے ترقی یافتہ اصول جنگ سے کیا۔ کم و بیش یہی رائے آپ کی جنگِ احد میں تھی کہ شہر میں محصور رہ کر مدافعت کریں مگر نوجوان سپاہیوں اور افسروں کے اصرار پر آپ نے شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کیا تھا اور ستر مسلمانوں کی کثیر تعداد کا نقصان برداشت کرنا پڑا تھا۔

واقعی کا بیان ہے کہ دومتہ الجندل کی مہم سے واپس آنے اور خندق کی تجویز پختہ ہونے کے بعد آنحضرت چند انصار و مہاجرین کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے اور شہر کے اطراف ان مقامات کا معائنہ فرمایا جو جنگ اور محاصرے میں اہمیت رکھ سکتے تھے اور اس مقام کی تلاش کی جہاں پڑاؤ ڈال کر مسلمان سپاہی اتر سکیں۔ اور طے یہ ہوا کہ حسب معمول عورتیں، بچے، جانور، غلہ اور قیمتی اثاثہ البیت ان گڑھیوں میں منتقل کر دیئے جائیں جو مدینے کے اطراف میں سیکیڑوں کی تعداد میں تھیں اور بنو کو اطام اور آجام کہا جاتا تھا، اور مسلمان سپاہی جبلِ سلع کے دامن میں خیمے لگا دیں اور اپنے سامنے ایک لمبی اور گہری خندق کھودیں۔

شہر کے اطراف خاص کر جنوب میں باغوں کا جال بچھا ہوا تھا اور ان کے درمیان جو تنگ راستے تھے ان میں سے گزرنے کی کوشش دشمن کو صف کی جگہ قطار بنانے پر مجبور کرتی تھی اور ان راستوں

۱۔ ابن ہشام ص ۶۶۵، ایضاً طبری ص ۲۶۵، حوالے متن یری "الوثائق السیاسیہ" ص ۵۵۸ وغیرہ، ۲۔ مغازی الواقدی ص ۱۰۲ (۱۰۲)۔

میں چھوٹی چھوٹی چوکیاں بھی بڑی سے بڑی فوج کو روک دینے کے لئے کافی تھیں۔ مشرق میں بنو قریظہ وغیرہ یہودیوں کے سیکڑوں مکان اور باغ تھے اور فی الوقت ان سے بہت اچھے تعلقات تھے اور ادھر سے بھی اطمینان سا تھا۔ شمال کا رخ ہی سب سے خطرناک تھا اور ایک حد تک مغربی رخ بھی۔ اس لئے آنحضرت کی ابتدائی تجویز کے مطابق شمال میں حرہ شرقی اور حرہ غربی کو ملائی ہوئی ایک خندق کھدائی گئی جو نیم دائرہ بناتی ہوئی جبل سلح کے مغربی کنارے سے آملی پہر مختلف قبائل نے اپنے محلوں کی حفاظت کے لئے اپنے طور پر اسے جنوب میں عید گاہ (مسجد عمامہ یا مصلی) کے مغرب سے گزارتے ہوئے کافی دور تک قبا کے رخ میں بڑھا دیا۔ شہر مدینہ کی تاریخ میں مطری نے لکھا ہے کہ اب وادی بطحان راستہ بدل کر اس جگہ سے گزرنے لگی ہے جہاں خندق کھودی گئی تھی۔ واقعہ کا بیان ہے کہ قبا میں بھی بعض قبائل نے اپنے اطام کے اطراف خندق کھودی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ خندق کو عبور کرنے کے لئے بعض جگہ "دروازے" (نہ کھدی ہوئی کم چوڑی زمین کی صورت میں) بھی رکھے گئے تھے لیکن وہ کس جگہ تھے واقعہ کو بھی معلوم نہ ہو سکا۔ قیاس چاہتا ہے کہ اس سے مراد وہ پہاڑیاں ہونگی جن کو خندق کے زنجیرے کی کڑیاں بنایا گیا تھا، اور یہ پہاڑیاں عبور و مرور کے لئے ممکن ہونے کے ساتھ ساتھ دیکھ بھال کی چوکیاں بھی تھیں۔ چنانچہ مسجد ذباب اس کا اب بھی بقایا ہے جس پر ابتداءً آنحضرت کے لئے ایک ترکی ڈبیرہ لگایا گیا اور پھر جہاں اس کی یادگار میں دروازے والی مسجد (ذباب) بنائی گئی جو اب "ذباب" کہلانے لگی ہے۔

غرض جیسا کہ بیان ہوا شہر مدینہ بکثرت محلوں پر مشتمل تھا اور ان محلوں کے مابین کافی مسافت تھی اور یہ درمیانی زمین باغات اور نخلستانوں کی صورت میں تھی جن کے اطراف اکثر صورتوں میں پتھر کی مستحکم اور خاصی بلند دیواریں تھیں جن کی وجہ سے خود باغوں کو "حائط" کہا جانے لگا۔ ایسے باغ اب تک مدینہ منورہ میں باقی ہیں۔ اور ان میں پختہ اور وسیع کنوئیں اب بھی اس قابل ہیں کہ ان میں درجنوں لوگ اتر کر چھپ جائیں اور ان پختہ دالانوں اور حجروں سے جو کنوئوں کے اندرونی حصے میں

۱۔ سمودی در بیان خندق۔ ۲۔ منازی الواقدی درق ۱۰۳ ب۔ ۳۔ کتاب التعریف بما السنۃ الحجۃ من معالم دار الحجۃ یرموق۔ ۴۔ منازی درق ۱۰۳ ب) ۵۔ ایضاً ذکر ان الخندق لہ ابواب فلستأندری این موضعها (۱۔ سمودی تحت کلمہ ذباب) طبری ص ۲۶ ۶۔ مثلاً بر رومہ اور باغ قدیم بری قریب قبا۔

کے لئے مجلس
فلوں کے یہ
ہیں کے سوا
ہے۔ عہد نبوی
بتاس سے

کا ایک رخ
اور کھجور کے
ہیں سے

علاقے کی
نہ کی دعوت
اع" (جو شاید
رق تقریباً
اب میں ہیں
نش میں
رہ گیا۔

یک پہاڑی
ازے والی
س سے بڑھکر

میں چھوٹی جا
وغیرہ یہودیوں
سے بھی اطمینان
آنحضرت کی ا
دائرہ بناتی ہے
لئے اپنے طوا
قبائلی کے رخ
جگہ سے گزر
لئے اپنے آط
جگہ "دروازہ"
واقعی کو بھی
زنجیرے کی ا
کی چوکیاں
ڈیرہ لگایا گیا
کھلانے لگی
غرض
اور یہ درمیان
مستحکم اور خا
اب تک مدینہ
درجنوں لوگ

لہ سمہودی در

لہ منغازی درق

لہ مثلاً بر رومہ

بنائے گئے ہیں، گڑھیوں بلکہ چھوٹے قلعوں کا کام لیں۔ (یہ کنویں حالت امن میں قیدیوں کے لئے مجلس کا کام بھی دیتے تھے جیسا کہ کتابی نے بحوالہ عینی لکھا ہے کہ کانت السجون آبارا) اور مختلف محلوں کے یہ باغ اور گھر باہم کچھ اس طرح متصل ہو گئے تھے کہ متعدد جگہ دو اونٹ گزرنے کے قابل عریض گلیوں کے سوا کوئی اور گزرگاہ بھی نہیں تھی، یہ حالت خاص کر قبا کے یعنی جنوبی رخ میں اب تک نظر آتی ہے۔ عہد نبوی میں جب کہ یہ باغ بہت ندرخیز حالت میں تھے ان کی حالت جو کچھ ہوگی اس کا اندازہ اس اقتباس سے ہوتا ہے جو سمہودی نے ابن اسحاق سے نقل کیا ہے :-

عن ابن اسحاق کان احد جانبی المدینة عورة و ساؤجوا بنھا مشکكة بالبنيان والنخيل لا يتمکن العدو منها. (وفار الوفا تحت کلمہ "خندق")

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ شہر مدینہ کا ایک رخ کھلا ہوا تھا اور اس کے باقی رخ عمارتوں اور کھجور کے گھنے باغوں سے گھرے ہوئے تھے، جن میں سے دشمن گزر نہیں سکتا تھا۔

اسی ایک کھلے رخ یعنی شمال کی جانب خندق کھودی جانی طے ہوئی جنانچہ اولاً اس علاقے کی پیمائش کی گئی۔ پھر کام رضا کاروں پر بانٹا گیا۔ اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ رضا کارانہ خدمت کی دعوت پر جب تین ہزار مسلمانوں نے لبیک کہی تو ہر دس دس آدمیوں کی تکراری برپا لیس "ذراع" (جو شاید بیس گز کے مترادف ہے) لمبی خندق کھودنے کا کام سپرد ہوا۔ دوسرے الفاظ میں یہ خندق تقریباً ساڑھے تین میل طویل تھی۔ گہری اور چوڑی کتنی تھی، اس کا کوئی پتہ مجھے اب تک کسی کتاب میں نہیں ملا۔ لیکن اس کے کئی مرتبہ تذکرے ملتے ہیں کہ دشمن کے سوار خندق گدا کر آنے کی کوشش میں عموماً ناکام رہے۔ اور ایک مرتبہ ایسی ہی ایک کوشش میں ایک سوار خندق کے اندر گر کر مر گیا۔ اس طرح کوئی تعجب نہیں جو دس گز چوڑی اور اتنی ہی گہری خندق کھودی گئی ہو۔

خندق کی کھدائی کے زمانے میں آنحضرت اپنا مکان چھوڑ کر خندق سے متصل ایک پہاڑی پر خمیہ لگا کر مقیم ہو گئے، جس کی یادگار آج تک مسجد ذباب (اصل میں "ذوباب" یعنی دروازے والی مسجد) موجود ہے۔ سپہ سالار اعظم کی یہ مستعدی ظاہر ہے کہ رائگاں نہیں جاسکتی تھی۔ اس سے بڑھکر

۱۔ الترتیب الاداریہ ج ۱ ص ۲۹۸
۲۔ طبری ص ۱۲۷۹۔ مستدین حنبلی ص ۲۶۱
۳۔ کتابی ج ۱ ص ۲۹۵ طبری ص ۱۲۷۹ وغیرہ
۴۔ عام لوگ دن بھر تو خندق کی کھدائی کرتے مگر رات اہل و عیال میں گزارتے (ابن شام ص ۶۲)

یہ کہ رسول کریم نے دس آدمیوں کی ایک ٹکڑی میں خود بھی شرکت فرمائی (اسی ٹکڑی میں سلمان فارسی بھی تھے) اور کھدائی میں برابر کا حصہ لیتے رہے یہ

سلمان فارسی ایک قوی سیکل آدمی تھے اور کئی آدمیوں کے مجموعی کام کے برابر خود کرتے تھے۔ چنانچہ بقول واقعہ جگہ (جنگہ الحس اذرع طولاً و حنس فی الارض) اس لئے ہر ٹکڑی کے لوگ چاہتے تھے کہ سلمان انھیں کے ساتھ ہوں۔ اس پر روایت ابن ہشام وغیرہ رسول کریم نے فرمایا "سلمان منا اهل البيت" (یعنی نہیں، سلمان تو ہمارے اہل بیت کے ساتھ ہوں گے) اس جملے سے شاید یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ رسول کریم کی ٹکڑی میں زیادہ تر اہل بیت نبوی کے افراد مثلاً حضرت علی وغیرہ ہوں گے۔ بعض بیانیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی آنحضرت کے ساتھ ہی رہتے تھے۔ چنانچہ واقعہ اور شاہی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ کثرت کار اور شب بیداری سے تھک کر ایک دن آنحضرت خندق کی کھدائی کے وقت آرام لینے لپٹ گئے تو:-

وراثت ابابکر و عمر واقفین علی راسہ راوی کہتے ہیں: میں نے ابوبکر اور عمر کو دیکھا کہ وہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سر ہانے کھڑے تھے اور لوگوں کو ہٹا رہے تھے، ایسا تو فینبہوہ۔
کہ وہ آپ کے پاس گزرو کر آپ کو بیدار کرویں۔

اسی روایت میں ایک دوسرے جملہ یہ بھی ہے:-
وکان ابوبکر و عمر لا یتفرقان فی عمل و اور ابوبکر و عمر کبھی کام کرنے میں یا کہیں آنے جانے میں ایک لا مسیرینقلان التراب فی ثیابہما یومئذ دوسرے سے جدا نہیں ہوتے تھے، جلدی میں یہ مٹی کو اپنے من الجملۃ اذ لم یجدوا مکلان تلاً کپڑوں میں ڈھوتے تھے کیونکہ مسلمانوں کو جلدی میں لوگریاں لعلۃ المسلمین نہیں مل سکتی تھیں۔

ابن سعد سے معلوم ہوتا ہے کہ قلعہ راج (حرہ شرقی) سے جبل ذباب تک مہاجرین مامور تھے، اور وہاں سے جبل بتی عبید اور مسجد قریح تک انصار۔ بعض تاریخوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ مسلمانوں نے بنو قریظہ کے یہودیوں سے کھدائی کا سامان مستعار حاصل کیا تھا۔ اس وقت تک بنو قریظہ کو اتنی مسرت نہ ہوئی

۱۔ طبری ۱۲۶۵، ۱۲۶۶۔ ۲۔ معاذی درق (۱۰۳) ب) ۳۔ طبری ۱۲۶۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ انصار وغیرہ لوگوں ہی پر یہ جماعت مشتمل تھی۔ ۴۔ معاذی الواقعہ درق (۱۰۳) ب) ۵۔ سیرۃ شامی بر موقع

۶۔ معاذی واقعہ درق (۱۰۲) ب)

تھی کہ اپنے دلی جذباتِ غداری کو ظاہر کریں کیونکہ دشمن ابھی آیا نہ تھا۔ اور سلمہ کے مجاہدے کے تحت وہ مدافعتِ مدینہ میں مسلمانوں کا ہاتھ بٹانے کے پابند تھے۔

یہ کھدائی بعض بیابانوں کے مطابق کوئی تین ہفتے جاری رہی جب سرکاری "خندق شمال میں مکمل ہونے لگی تو مختلف محلوں کے باشندے بھی دیکھا دیکھی اپنے طور پر اس سامانِ مدافعت سے استفادہ کرنے اور خندق کی اپنے محلے کے سامنے توسیع کرنے لگے اور اس طرح شہر کے مغرب میں بھی کوئی دو ڈھائی میل کی خندق کھد گئی۔ اس کے علاوہ بعض آطام کے گرد خندق کھود لی گئی جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔

خندق کی کھدائی کے دوران میں رضا کار جو اشعار گاتے تھے ان میں سے بھی چند تاریخ نے محفوظ کئے ہیں۔

واقعی نے ایک واقعہ نقل کیا ہے جو انسانی عناصر کے ہر زمانے میں پائے جانے پر دلالت کرنے کے باعث نقل کیا جاسکتا ہے۔ وہ یہ کہ حضرت زید بن ثابتؓ جو اس وقت دس یا رہ سال کے بچے ہوں گے، خندق کھودنے میں ہاتھ بٹانے لگے اور دھوپ اور محنت سے تھک کر ایک دن جو ذرا کہیں لیٹے تو آنکھ لگ گئی۔ حضرت عمار بن حزم بڑے ہنس مکھ اور چلبلی طبیعت کے تھے۔ ان کی جو نگاہ پڑی تو بچے سے بھی دل لگی نہ چھوڑی اور حضرت زید بن ثابتؓ کا کھدائی کا سامان اور کپڑے چیکے سے بٹھا کر کہیں چھپا دیئے۔ ظاہر ہے کہ کوئی بڑا تو بیدار ہونے پہ سمجھ جائے کہ کسی دوست کی شرارت ہے لیکن کسی کم سن جو شیلے کا اسن اپنی کوتاہی اور تصور پر گھبرا جانا ناگزیر ہے۔ اسی لئے آنحضرتؐ نے ایک طرف حضرت زید کو ابورقاد کہہ کر ملامت کی (یعنی بڑا ستونے والا) اور دوسری طرف حضرت عمارہ کو تنبیہ کی کہ کن صورتوں میں مذاق نامناسب ہے۔ خندق کی کھدائی ہر جگہ کیساں رفتار سے نہ رہی ہوگی شمال میں چوڑی زمین آسانی سے کھد گئی ہوگی۔ حروہس دشواری ہوئی ہوگی۔ چنانچہ سنگ مرمر کی ایک چٹان سے رضا کار عاجز ہو کر یہ اجازت لینے آئے کہ یہ پالیسی جگہ سے خندق کو ذرا ہٹاویں۔ آنحضرتؐ کا اس چٹان کو خود آکر توڑنا مشہور واقعہ ہے۔ ایک اور واقعہ ابن ہشام ص ۶۱ میں مذکور ہے۔

کھدائی مکمل ہونے لگی تھی کہ شوال میں دشمن بھی آپہنچا۔ آنحضرتؐ نے فوراً عورتوں بچوں وغیرہ کو حسب معمول

گڑھیوں میں بھیج دیا۔ اور خود پوری فوج کے ساتھ جبل سلع پر پڑاؤ لگا کر مقیم ہو گئے۔ اور آپ کا خیمہ بھی اب جبل ذباب سے جبل سلع کے ایک اہم مگر محفوظ مقام پر منتقل کر دیا گیا۔ آپ کی خیمہ گاہ پر اب مسجد فتح بطور یادگار پائی جاتی ہے۔ اور اسی کے قریب آپ کے چار سو پہ سالاروں کے خیمے تھے وہاں بھی مسجدیں تعمیر کی گئی ہیں جو حضرت سلمان، حضرت ابو بکر، حضرت عثمان اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب ہیں۔ اور یہ سب مسجد خنسہ کے نام سے مشہور ہیں، اور اب تک پائی جاتی ہیں۔ (تصویر ل)

دشمن جیسا کہ معلوم ہے متعدد حلیف قبائل پر مشتمل تھا اور ان کے متحد کرنے اور چڑھائی پر آمادہ کرنے میں مدینے سے نکالے ہوئے یہود بنو النضیر نے بڑا حصہ لیا تھا۔ قریش نے اُحد کی فتح سے ہمت پا کر اور دیگر قبائل نے مال غنیمت کے لالچ میں مدینے کا محاصرہ کرنے کی ٹھانی بنو النضیر نے جو اپنے پورے مال و دولت کے ساتھ خیبر اور دیگر فریڈ شمالی علاقوں میں جا بسے تھے، اپنے ہمسایہ عرب قبائل کو جن میں غطفان بہت اہمیت رکھتے ہیں، اپنے سرمایہ دارانہ اثرات سے متاثر کر کے مسلمانوں کے خلاف ابھارا تھا۔ غرض یہودی کارندوں نے وہ تمام انتظامات طے کر دیئے جو مدینے کے شمال اور جنوب دونوں طرف سے آنے والے حلیفوں کے لئے وقت اور مقام وغیرہ کے سلسلے میں ضروری تھے چنانچہ بقول واقدی (مغازی ورق ۱۰ تا ۲) خیبر کا ایک سال کا پورا کھجور غطفان کو دیا گیا تھا غرض قریش اور کنانہ اور احابیش کے قبائل وادی عقیق کے قریب بڑوہہ پر مقیم ہوئے۔ اور غطفان اور بنو اسد اس سے کسی قدر مشرق میں وادی النعمان کے پاس ذنب نعیمی نامی مقام سے جبل اُحد تک پھیل گئے۔ ان مقاموں پر پانی اور گھاس کی کافی سہولتیں ہیں۔ گویا بیان کیا جاتا ہے کہ فضلیں کٹ کر کافی عرصہ ہو چکا تھا۔ (مغازی الواقدی ورق ۱۰۲)

مسلمان جبل سلع پر اور اس کے دامن میں مقیم تھے اور خندق کی باری باری سے ان کی تکرہاں نگہبانی کرتیں اور پیرہ دیتیں اور جب کبھی دشمن خندق کے کسی مقام پر زبرد کر تا تو مسلمانوں کی فوج تیروں سے اس کا استقبال کرتی۔ دشمن کے سوار بھی خندق کی دوسری طرف منڈلایا کرتے اور غفلت کی تلاش میں رہتے۔ ایک آدھ مرتبہ دشمن کے بعض سردار اپنے عمدہ گھوڑوں کو خندق کد آنے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن یہ

۱۔ طبری ۱۲۷۰ (۱۲۷۰) لکھا ہے کہ بی بی عائشہ اطم بنی حارثہ میں رہیں (طبری ص ۱۲۷) ۲۔ سمودی وغیرہ ۳۔ طبری، ابن ہشام وغیرہ ۴۔ ایضاً ۵۔ مغازی الواقدی ورق (۱۰۵) ۶۔ المسلمون علی خندق قہر یتنا و بونہ معہم لبعثہ و ثلاثون فرسا والفرسان یطوفون علی الخندق ما بین طرہینہ۔ ۷۔ طبری ص ۱۲۷ تا ۱۲۸

ظاہر ہے کہ اکاؤنٹ کا آدمی محصور مقام میں گھس آئے اور اسے مدد دینے والے نہ آسکیں، اس حساب پر خود اسی کو بھگتانا پڑتا ہے اور خندق کے سر کے میں بھی ہی ہوا۔ بعض لوگ خندق کڈانے کی کوشش میں کھائی میں گر پڑے اور جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔ ایک مرتبہ رات کے وقت مسلمانوں کی دو ٹکڑوں کی مٹ بھیڑ ہوئی، اور ایک دوسرے کو نہ پہچان کر ہتھیار چلا ڈالے جس سے کچھ خون بہا اور چند زخمی ہوئے پھر اپنے معمولی شعار کے نعرے لگانے سے متنبہ ہوئے۔ رسول کریم کو اطلاع ہوئی، آپ نے مرنے والوں کو شہید قرار دیا اور مجروحوں کی جراحت فی سبیل اللہ، لیکن خون اور زخم پر کوئی ہرجہ عالم نہ فرمایا۔

محاصرے میں روز افزوں شدت ہوتی گئی تو مدینے کے مشرق میں رہنے والے بنو قریظہ (یہودیوں کا رنگ بھی بدلنے لگا اور انہوں کی توثیق کے لئے آنحضرت نے جاسوس بھیجے اور انہیں راز میں سمجھا دیا کہ معاملہ دگرگوں دیکھو تو سب سے کہہ کر پریشانی میں اضافہ نہ کرنا بلکہ پیشگی معینہ اور بظاہر اطمینان دہانی کے الفاظ آنحضرت سے کہنا جس کا مطلب آپ تو سمجھ جائیں گے مگر دوسرے سننے والے عوام بے خبر رہیں گے۔ بنو قریظہ کی غداری کی توثیق تو ہو گئی لیکن یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کب وار کرنے والے ہیں۔ اور چونکہ ان کو مسلمانوں کے پیچھے سے گھس آنے یا شہر مدینہ کو لوٹ لینے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی، اس لئے حضرت ابو بکر کا بیان ہے:-

وَلَقَدْ كُنْتُ اِدْفِي عَلَى سَلْعٍ فَاَنْظُرُ اِلَى بَيْوتِ الْمَدِيْنَةِ فِيْ بَارِ بَارِ جِبِلِّ سَلْعٍ كِيْ خُوْطِيْ بِرِجْلِيْ كِيْ نَظَرْتُ وَاْتَانَا اَوْ رَجَبٌ مَدِيْنَةَ
فَاِذَا رَاَيْتَهُمْ هَادِيْنَ حَمْدَتِ اللّٰهِ
کے گھروں کو پر سکون پاتا تو خدا کا شکر کرتا۔

اب صورت حال جتنی خطرناک ہو گئی تھی ظاہر ہے قرآن تک میں اس کا نقشہ پروردِ الفاظ میں کھینچا گیا ہے:-

اِذْ جَاءَ وَكُم مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلِ مِّنْكُمْ
وَإِذَا زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ
الْحَنَاجِرَ وَنَظَنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَ هٰذَا
اَبْتَلٰی الْمُؤْمِنُوْنَ وَذَلَّلُوْا ذِلًّا شَدِيْدًا
جب وہ تمہاری طرف آئے تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے اور نظریں خیرہ ہو گئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے اور تم خدا کے متعلق عجیب بدگمانیاں کرنے لگے۔ اس موقع پر ایمان والوں کی آزمائش ہوئی اور ان میں ایک شدید زلزلہ مچ گیا۔

۱۔ الذخیرۃ البرہانیۃ لبرہان الدین المرغینانی (مخطوطہ کشمیری جامع استانبول) باب ۲۳ فی المسلم تقبیل اصحابہ فیما یقاتل۔ اس کے برخلاف جنگ احد میں حارث بن سوسید منافق نے المجذربن دیاؤ کو عہداً قتل کر دیا تھا اور پتہ چلنے پر جناب رسالت مآب نے قصاص کا حکم صادر فرمایا۔ (کتاب المجمل لابن حبیب ص ۴۶) ۲۔ طبری ص ۵۵ نیز ابن ہشام ص ۶۸۳ وغیرہ۔ ۳۔ معاذی الواقعی ورق (۱۰۵)

اس وقت فوری کارروائی کی ضرورت تھی۔ آنحضرت نے خفیہ قاصد عطفانیوں اور فراریوں کے سردار عارث بن عوف اور عیینہ بن حصین کے پاس بھیجے اور ان سے معاہدہ کر لیا چاہا کہ وہ مدینے کے کھجوروں کی فصل کا معقول حصہ لے کر محاصرے سے دست بردار ہو جائیں۔ مگر شرطیں کڑی تھیں اور مسلمان ان پر آمادہ نہ ہوئے اور لکھی ہوئی دستاویز معاہدہ مٹا دی گئی۔

اب واحد چارہ کار حلیفوں میں پھوٹ ڈلوانا اور غلط فہمی پیدا کرنا تھا۔ کئی ہفتوں کے قیام کے باعث محاصرہ کنندوں کا آؤقہ ختم ہو چلا تھا۔ اور ان کے پاس آنے والی رسد بھی مسلمانوں نے لوٹ لی تھی۔ اس لئے وہ بنی قریظہ کو جلد حملہ کرنے پر مجبور کرنے لگے۔ مسلمان فوج تین ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ قریش وغیرہ محاصرہ کرنے والے چھ سات ہزار تھے۔ بنو قریظہ میں ڈیڑھ ہزار سے زیادہ سپاہی تھے۔ خندق اتنی طویل تھی کہ مسلمان ادھر سے اپنی جمعیت کو گھٹانے اور بنو قریظہ سے مقابل ہونے کا خیال بھی نہ کر سکتے تھے۔

آنحضرت نے چند نو مسلم کارندے بنو قریظہ کے پاس بھیجے جن کا اسلام لانا ابھی مشہور نہ ہوا تھا۔ انہوں نے بنو قریظہ میں کے اپنے دوستوں سے کہا کہ قریش کا جیتنا سونی صد تو یقینی نہیں۔ تم نے اگر مجھ سے خواہ مخواہ جھگڑا مول لیا اور قریش محاصرہ اٹھا کر چلتے پتے تو پھر تم تنہا مجھ سے کیا مقابلہ کرو گے؟ بستر ہو کہ تم قریش سے چند یر عمال مانگو کہ وہ لڑائی کو انتہا تک جاری رکھیں گے۔ یہ چیز جب ان کی سمجھ میں آگئی تو یہی کارندے قریش وغیرہ حلیفوں میں پہنچے اور مشہور کیا کہ بنو قریظہ اور آنحضرت میں ساز باز ہو گئی ہے اور وہ قریش کے سرداروں کو کسی بہانے اپنے پاس بلا کر آنحضرت کے سپرد کر دینا چاہتے ہیں۔ اتنے میں بنو قریظہ کے سفیر پہنچے اور اپنے حملے سے پہلے چند یر عمال طلب کئے تو فوراً قریش کو یقین آ گیا کہ ان کی آنحضرت سے ساز باز کی خبر صحیح ہے۔ (ابن ہشام وغیرہ، بر موقع۔)

ایک اور شخص کو آنحضرت نے یہ باور کرنے کا موقع دیا کہ بنو قریظہ کا یر عمال مانگنا آنحضرت ہی کے حکم سے ہے۔ اور جب اس نے وہ اطلاع قریش کو دی تو پھر انہیں ذرا بھی شبہہ نہیں رہا، اور یہودیوں سے کشیدگی اور کینیدگی حد کو پہنچ گئی۔

۱۔ ابن ہشام ص ۶۶، طبری ص ۲۲، ۲۳ شامی کے مطابق جی بن اخطب نے عیسٰی اور نسطور اور کھجور اور بھونے سے لاد کر بھیجے تھے جو مسلمانوں کی ایک اطلاع گرد ٹولی کے ہاتھ لپکے۔ ۲۔ اصحاب میں واقعہ مسعودا تمام ص ۳۰۔

اس اثناء میں شوال کا مہینہ ختم ہو چلا اور ذی قعدہ سر پر آ گیا جو اشہر حرم کا آغاز تھا جس میں قریش مذہباً جنگ نہیں کر سکتے تھے۔ فتح کے امکانات نہ رہے۔ اتنے میں موسم بھی خراب ہو گیا۔ بارش طوفان سردی، وغیرہ سے محاصرہ کنندہ پریشان ہونے لگے اور آخر بیزار ہو کر ابوسفیان نے پیش قدمی کی اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ روانہ ہو گیا۔ اس پر دوسرے قبائل بھی بے بس ہو گئے اور یکے بعد دیگرے سب چلتے بنے اور مطلع صاف ہو گیا۔

۱۵ میری رائے میں محاصرے کی بڑھتی ہوئی کی بڑی اور اصل وجہ یہی ہوگی در نہ محض طوفان ابوسفیان جیسے مستقل مزاج شخص کو اپنی دھن سے پلٹنے میں شاید کامیاب نہ ہوتا۔

۱۵ ابن ہشام ص ۶۸۲ تا ۸۲۱؛ طبری ص ۱۳۸ تا ۱۵۱؛ ابن سعد ج ۲ ص ۵۰

فتح مکہ

(نقشہ ۱۴۱)

جیسا کہ ایک حدیث میں بیان ہوا ہے، محاصرہ خندق کے اختتام پر رسول کریمؐ نے محسوس فرمایا کہ اب قریش کی چڑھائیاں ختم ہو چکیں اور ان کی قوت بھی چنانچہ اس کے بعد سے مسلمانوں کے اقدام کا موقع نکل آیا اور قریش صرف مدافعت کرنے لگے۔ اس تبدیل صورت حال کے متعدد وجوہ تھے اور صرف بدر اور خندق میں قریش کی ناکامی فیصلہ کن امر نہ تھی۔

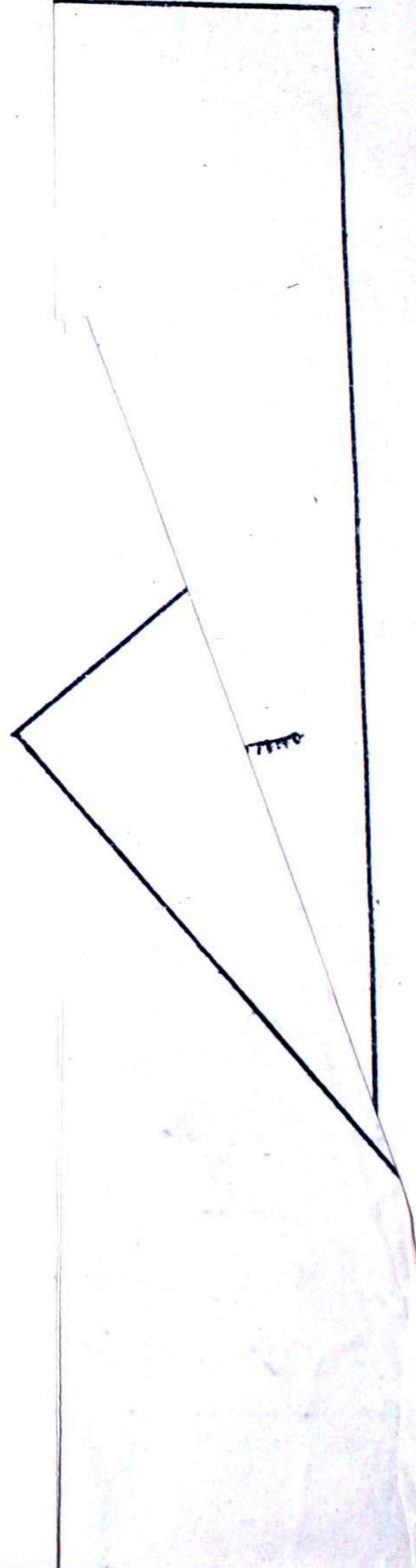
اصل میں آنحضرتؐ نے دشمن کو نابود کرنے کی جگہ مجبور کرنا پسند فرمایا۔ اس کے لئے دو تدبیریں تھیں ایک تو قریش کو معاشی دباؤ سے بے بس کر دینا اور دوسرے اپنی فوجی قوت اتنی بڑھا لینا کہ دشمن مقابلے کی جرات ہی نہ کر سکے اور بغیر خون بہائے مقصد حاصل ہو جائے۔

وادئ غیری ذرع کے رہنے والوں کا واحد ذریعہ معاش نہیں تو سب سے بڑا ذریعہ "رحلہ الشتاء والصیف" تھا ہجرت کے دو چار مہینے کے اندر ہی آنحضرتؐ نے "رحلہ الصیف" یعنی شمالی راستہ جو ینبوع کے قریب سے مصر و شام کو جاتا تھا، وہاں کے قبائل سے حلیفی کر کے قریش کے لئے تنگ بلکہ بند کر دیا۔ چنانچہ ینبوع اور ینبوع کے مابین بسنے والے قبائل کے معاہدے تاریخ نے محفوظ رکھے ہیں۔ اس کے بعد اسلام کے پھیلنے اور آنحضرتؐ کے فتوحات نے اسلامی اثرات بحد تک بھی پھیلا دیئے اور عراق کا راستہ بھی قریش کے لئے بند ہو گیا۔ طاقت اور زمین کا راستہ پوری طرح بند نہ ہوا لیکن بین الاقوامی تجارت جو زمین اور کھے کے راستے ہندوستان سے یورپ کی ہوتی ہے، اس کا گزرنا بند ہونے سے قریش کو خسارے وغیرہ کے سلسلے میں جو آمدنی ہوتی تھی وہ بھی بند ہو گئی۔ ایک موقع پر ایک لاکھ درہم کی چاندی قریش کے کاروان میں سے

لے دیکھے اوثان السیاسیہ۔ ۱۴۱ ابن ہشام ص ۵۴۷۔

بق کے بعد اسلامی
 بن اور تمامہ بن
 ط پر گیا۔ گو اس
 سالی تھی آنحضرت
 نے کہا تھا کہ یہ
 سے بھی زیادہ
 ہو گئے یا بے بس
 با اور ظائف جس
 ور رمضان شہ
 یکہ و تنہا تھے اور
 پس چکا تھا۔
 قعدہ سے
 لچ کر لی اور صرف
 مدد نہ کریں چند
 نریزی کی تو آنحضرت
 مد فوج پر ظاہر نہ
 ورات کے وقت
 نے اسلامی فوج
 نے ان کو نگرانی میں
 حال یہ نہ ہو گئی

۹۱ ۷۵ ابن ہشام
 ۸۰۵ ۷۵ ابن ہشام
 وغیرہ



جیسا کہ آ
کہ اب قریش کی
کا موقع نکل آیا
بدرا اور خندق میں
اصل میں
ایک تو قریش کو
کی جرأت ہی نہ
وادی غی
والصیف تھا ہے
قریب سے مصر
اور ینبوع کے ماہ
اور آنحضرت کے
بند ہو گیا۔ طاقت
ہندستان۔
جو آمدنی ہوتی تھی
لے دیکھے اوشان

مسلمانوں نے لوٹ لی تھی۔ غالباً یہ اسی بین الاقوام حمل و نقل سے متعلق ہوگی۔ جنگِ خندق کے بعد اسلامی اثرات نجد سے گزر کر میاں تک پہنچ گئے جہاں سے قریش کے لئے غلے کی درآمد ہوتی تھی اور ثمامہ بن اُتال کے اسلام سے یہ درآمد بھی روک دی گئی تو مورخین کے بیان کے مطابق مکے میں قحط پڑ گیا۔ گو اس قحط کی ایک وجہ غالباً یہ بھی تھی کہ اسی زمانے میں امساکِ باران کی وجہ سے حجاز میں خشک سالی تھی آنحضرت نے ایک دفعہ فقراءِ مکہ میں تقسیم کرنے کے لئے جو پانچ سو دینار بھیجے تھے اور جس پر ابوسفیان نے کہا تھا کہ یہ مکے والوں میں بھوٹ ڈلوانے کے لئے ہے؟ وہ غالباً اسی زمانے سے متعلق ہے۔ ان سب سے بھی زیادہ مؤثر یہ بات ہوئی کہ رفتہ رفتہ قریش کے حلیف ان کا ساتھ چھوڑنے لگے، اور یا تو وہ مسلمان ہو گئے یا بے بس ہو گئے۔ اور مکے کے چاروں طرف اسلامی قبائل پیدا ہو گئے۔ خیبر کے مکہ میں تباہ ہو گیا اور طائف جس سے قریش کو بڑی امیدیں تھیں فتح مکہ کے زمانے میں صرف تیاریوں میں مصروف رہا اور رمضان ۶۱۰ء میں جب اچانک اسلامی فوجوں نے مکے کے پہاڑوں کے نیچے پہنچ کر پڑاؤ ڈالا تو قریش یکے دوسرے بھاگے اور خود ان کا سب سے بڑا سردار ابوسفیان بعض اتفاقات سے مسلمانوں کے پڑاؤ میں جا کر پھنس چکا تھا۔

یہاں صرف اشارہ یہ بیان کر دینا کافی ہے کہ معرکہ خندق کے دوسرے سال ذی قعدہ ۶۲۷ء میں آنحضرت مکے گئے اور قریش کی منہ مانگی شرطیں قبول کر کے دس سال کے لئے ان سے صلح کر لی اور صرف ان سے یہ چاہا کہ وہ اسلامی جنگوں میں غیر جانبدار رہیں اور مثلاً خیبر کے یہودیوں کی مدد نہ کریں۔ چند ہی دنوں میں مسلمانوں کے ایک حلیف قبیلے (خزاعہ) سے قریش نے جھگڑا مول لیا اور خونریزی کی تو آنحضرت نے "دس ہزار قدوسیوں" کا ایک لشکر تیار فرمایا اور "حلبس طریق" کر کے اور اپنا مقصد فوج پر ظاہر نہ کر کے بلکہ دکھاوے کے لئے چکر لکھا اور نامعلوم راستوں سے گزر کر مکہ پہنچے تو قریش کو رات کے وقت پڑاؤ کے چوڑھوں کی روشنی سے پتہ چلا ورنہ وہ اب تک بالکل بے خبر تھے۔ ابوسفیان نے اسلامی فوج میں گھر جانے کے بعد اپنی بے بسی دیکھ کر اسلام کا اظہار کیا اور جان بچالی نیکن آنحضرت نے ان کو نگرانی میں رکھا اور اس وقت تک رہا نہ کیا جب تک کہ اسلامی فوج حملے کے لئے روانہ ہو کہ صورت حال یہ نہ ہو گئی

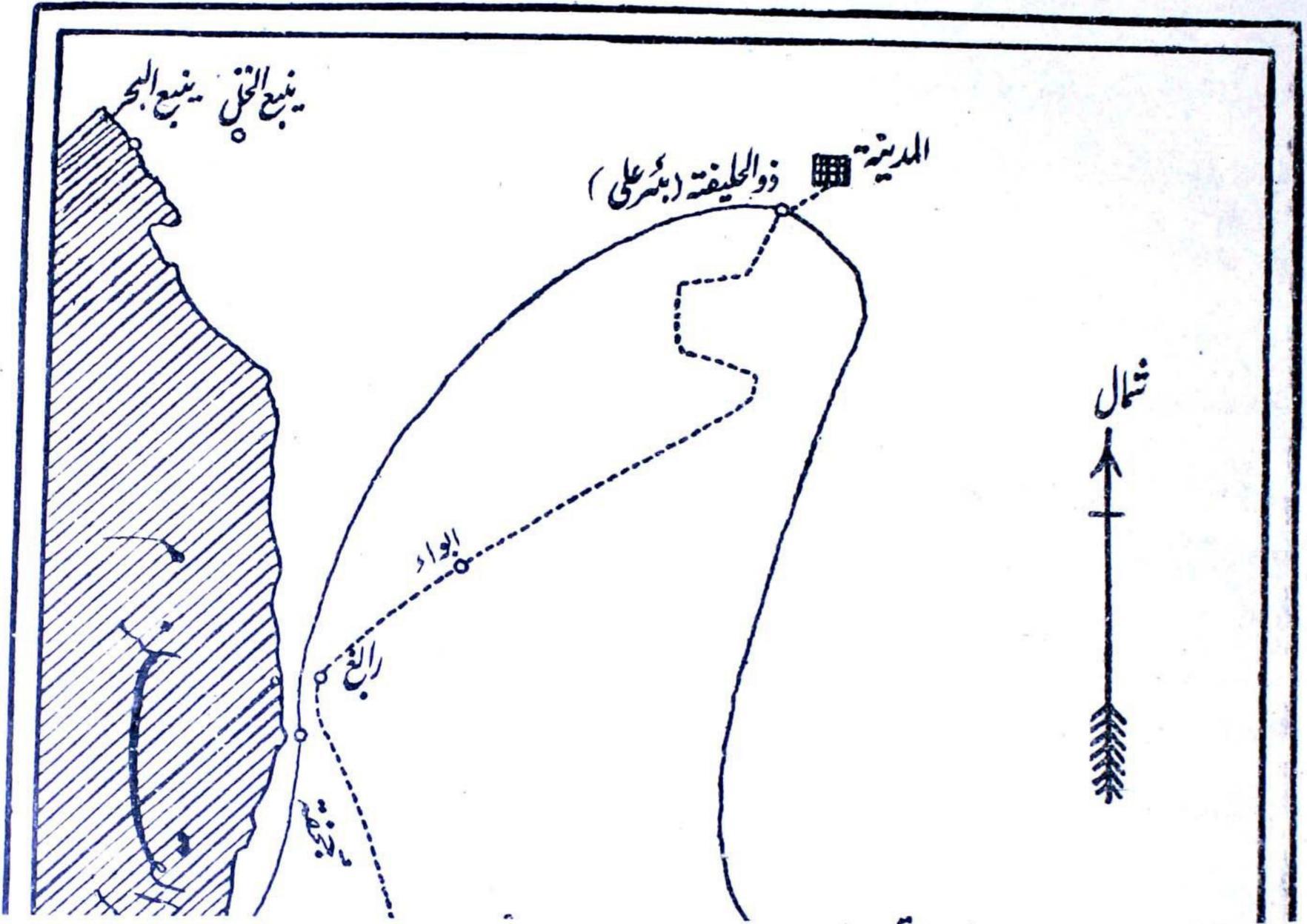
۱۵ طبری ۳۰۰ غزوة القعدة ۳۰۰ ۱۵ ابن ہشام ص ۹۹ تا ۹۸ نیز استیعاب ص ۲۷۵ ۳۰۰ مسوط سرخسی ۱۰۰ ۱۰۰ ابن ہشام ص ۸۱۱ تا ۱۵۰ ۳۰۰ صلحنامہ حدیبیہ کا متن سیرۃ ابن ہشام، الوثائق السیاسیہ وغیرہ میں ہے۔ ۱۰۰ ابن ہشام ص ۸۰۵ ۳۰۰ ابن ہشام ص ۸۲۸، ۸۱۰ ۳۰۰ کتاب الخراج لابن یوسف ص ۱۵۰ (طبع جدید) ۳۰۰ طبری ۳۰۰ ص ۱۶۳ وغیرہ ۳۰۰ ابن ہشام ص ۸۱۲

کہ قریش کے لئے اپنی قوتوں کو جمع کرنا ناممکن ہو گیا۔ مرعوب دل ابوسفیان نے آکر گھبراہٹ کو محسوس کر دیا اور یقین دلایا کہ مقابلہ بے سود ہے اور یہ کہ ہتھیار ڈال دینے، خانہ نشین ہو جانے، ابوسفیان کے گھر میں پناہ لینے یا قومی معبود (کعبہ) کے احاطے میں۔ جہاں خونریزی کی کسی کو جرأت نہ ہو سکتی تھی۔ چلے جانے پر آنحضرت نے ان کو امن دینے کا وعدہ کیا ہے۔ ایک طرف ناقابل مقابلہ زبردست قوت اور دوسری طرف اس نرمی اور رحم دلی کی خبروں نے لڑائی کی نوبت نہ آنے دی، اور قریش نے اپنے شہر پر خاموشی سے آنحضرت کا قبضہ ہو جانے دیا۔ البتہ مکے پر چڑھائی اور فوجی نقل و حرکت کی تفصیل یہاں ضروری ہوگی۔

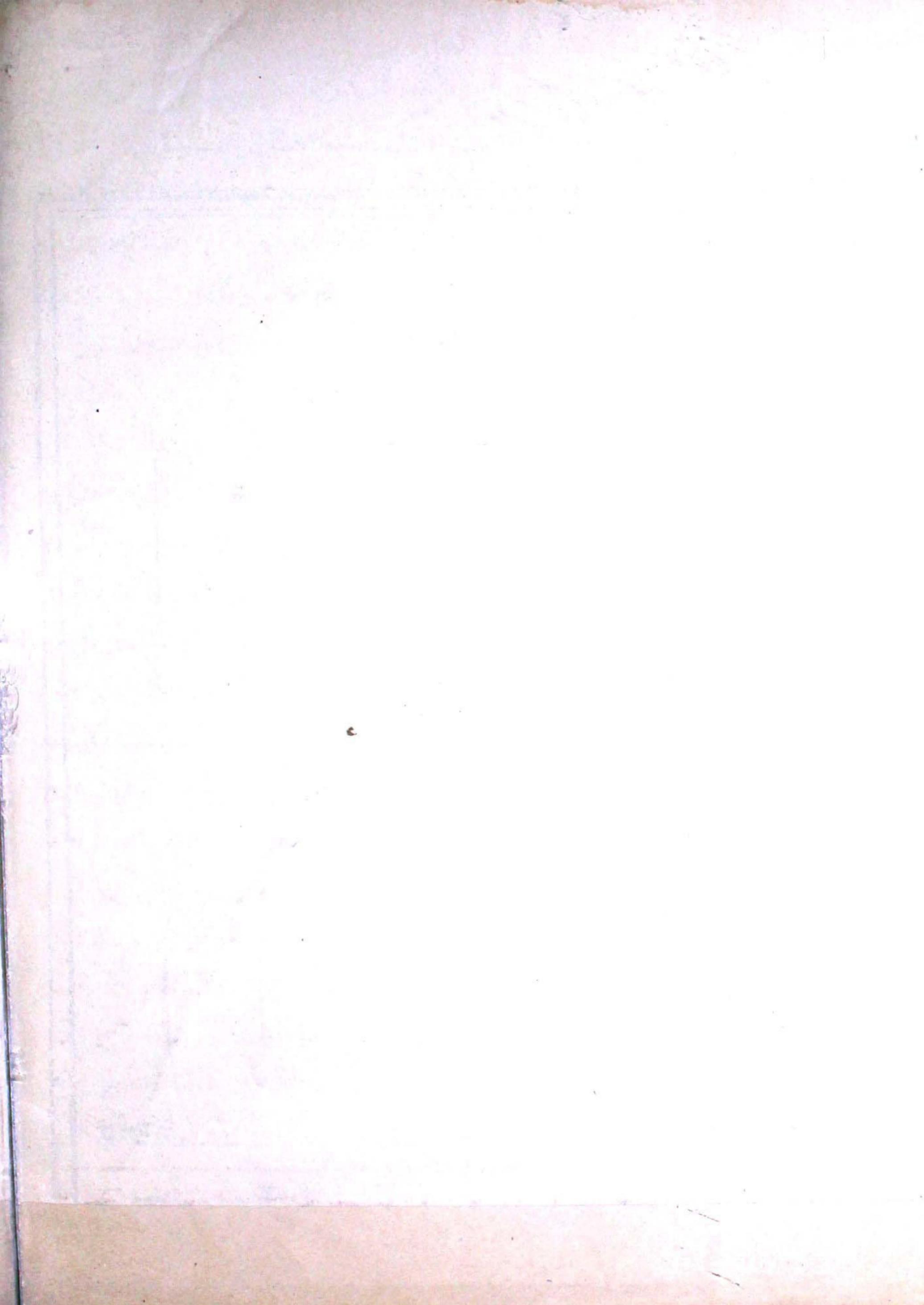
مکہ معظمہ ایک وادی میں واقع ہے، جس کے ہر طرف اونچے اور دشتوار گزار پہاڑ ہیں۔ صرف ایک بڑا راستہ ہے جو شمالاً جنوباً شہر میں سے گزرتا ہے اور دو ذیلی راستے ہیں جو اس بڑے راستے میں آکر ٹیل جاتے ہیں یعنی طریق حجوں اور طریق کدراء۔ فوج کا بڑا حصہ جناب رسالت مآب کے ساتھ عام شمالی راستے یعنی معلات کی طرف سے بڑھنے لگا۔ کچھ فوج حضرت الزبیر بن العوام کے تحت طریق کدراء سے بڑھائی گئی تاکہ وادعی فاطمہ کی راہ ساحل کی طرف جانے والی گزرگاہ کھلی نہ رہے۔ ایک اور مضبوط دستہ سیف اللہ خالد بن الولید کو دے کر جنوبی راستہ یعنی مسفلہ کی راہ لیڈ کی طرف سے شہر میں بڑھنے کا حکم دیا۔ ایک اور فوج حجوں کے راستے سے بڑھائی گئی یہ ادھر سے ایک راستہ جدہ جاتا ہے اور ایک ایک شاہ راہ جنوب میں مین کی طرف جاتی ہے اور ہر معرکہ کی طرح مسلمانوں کے لئے شعار (واج ورد) بھی مقرر کر دیئے گئے تھے (ابن ہشام ص ۸۱۸)

جس صبح کو کوچ تھا اس سے پہلے کی رات کو آنحضرت نے حکم دیا تھا کہ ہر مسلمان سپاہی پڑاؤ پر ایک آگ روشن کرے۔ جب دُور سے قریش نے ان دس ہزار چوٹوں کو دیکھا تو ان کے چمکے چھوٹ گئے کہ ریح کے زمانے میں سنا میں جو کیفیت ہوتی ہے وہی نظر آتی ہے اور انہوں نے خیال کیا کہ جتنے چوٹھے ہیں اس سے کسی گنا زیادہ ہی لوگ ہوں گے۔ ان کے اچھے اچھے افسر یا تو مر چکے تھے (مثلاً ابو جہل وغیرہ)

۱۵ ابن ہشام ص ۸۱۵ مسوط الحسینی ۱۱۹ خراج لابی یوسف ص ۱۳۱ التنبیہ للمعوی ۲۶۵۔ ۱۶ ابن ہشام ص ۸۱۴
۱۷ بعض روایتوں (مثلاً ابن ہشام ص ۸۱۴) میں قبیلہ خزاعہ کے پڑاؤ کی آگ کو بھی اس کے سامنے حقیر ٹھیرایا گیا ہے۔



سنة ابن هشام ص ١٥ سنة ابن هشام ص ١٦

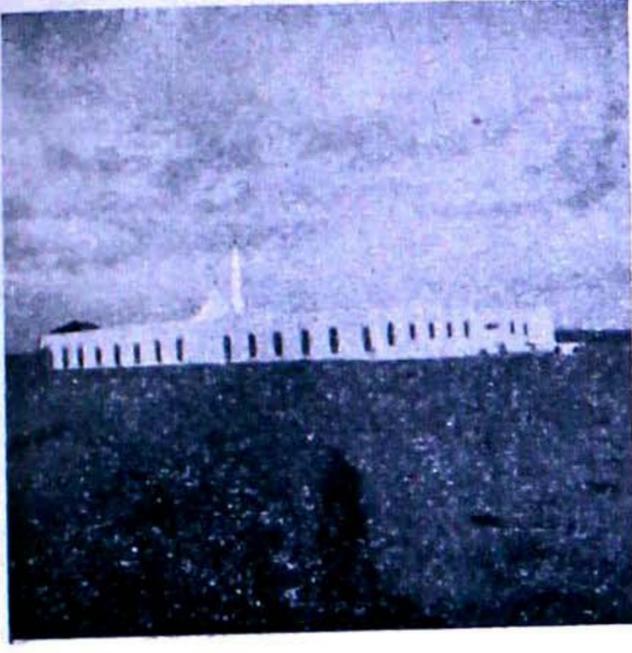


یا مسلمانوں میں مل گئے تھے (جیسے حضرت خالد بن الولید اور حضرت عمرو بن العاص) یا اس وقت انھیں مشورہ دینے موجود نہ تھے (جیسے حضرت ابوسفیان) پھلی جنگوں کی مسلسل ولا حاصل زحماتیں، معاشی وباؤ کی کلیفیں، حریف کی اچانک کثیر تعداد میں آمد پر نفسیاتی تردد جبکہ حلیفوں کو مدد کے لئے بلانے کا موقع نہ تھا، ابوسفیان کا آخری لمحے میں آکر مقابلے کو بے سود بتانا اور آنحضرت کے رحم دلانہ اعلان معافی کا تذکرہ کرنا، یہ تمام امور اور دیگر واقعات نے قریش کو آمادہ کیا کہ ہتھیار نہ چلائیں اور اپنے آپ کو اپنے سابق ہم شہری کے رحم و کرم کے سپرد کر دیں۔

دس سال کی شبانہ روز جسمانی اور روحانی کاوشوں کے بعد مکے کا جلاوطن اب وہیں فاتحانہ داخل ہو رہا تھا، مگر کس انداز سے؟ کسی جبار فاتح کی طرح اگڑتے، سینہ تانے اور سبب حقیقی کو بھلا کر نشتر خود پرستی میں سرشار؟ نہیں بلکہ ابن ہشام (ص ۸۱۵) کے مطابق شرماتے، بارگاہ خداوندی میں سر نیاز جھکاتے اور بار بار اونٹنی کے کجاوے ہی پر سجدہ شکر ادا کرتے ہوئے، اور پھلی مالی و روحانی اذیتوں پر انتقام کے خیال کی جگہ لانتثریب علیکم الیوم اذ ہبوا فانتم الطلقاء (آج تم سے کوئی مواخذہ نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو) کے عفو اور عام درگزر کا اعلان کرتے ہوئے جو بالفاظ مولانا مناظر احسن گیلانی کے اَدْحُلُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ فَاذْخُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رِعْدًا فَاذْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ (اس شہر میں داخل ہوؤ اور جیسا چاہو کھاؤ، لیکن دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے اور معافی معافی کہتے ہوئے داخل ہوؤ) کی خالص اسلامی شان کا مکمل مظاہرہ تھا۔

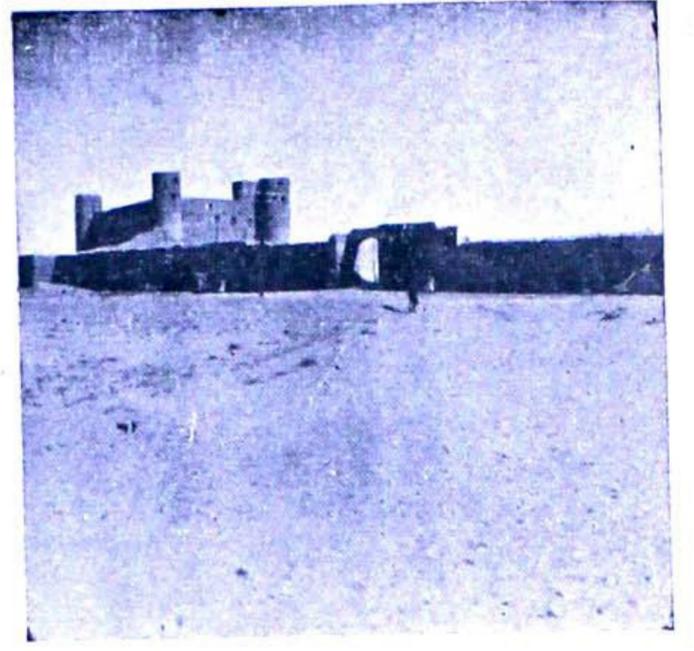
فوج کی صف بندی اور معائنہ، بدر و احد جیسی ابتدائی لڑائیوں میں تاک آنحضرت ملحوظ رکھتے تھے۔ فتح مکہ تک فوج میں اتنا کچھ ضبط اور تنظیم پیدا ہو چکی تھی کہ اب یہ کام ایک خصوصی افسر صف آرائی (واضع) کے سپرد کر دیا جاسکتا تھا اور اس کے ذریعے سے احکام کی پوری تعمیل ہوتی تھی۔ فوج میں خبر رسانی کے مکمل انتظامات تھے، اور سپاہیوں اور افسروں کی رتی رتی بات کی اطلاع ملتی رہتی تھی۔ معمولی چیزوں کو نظر انداز کر دیا جاتا تھا اور اہم امور میں فوری تدارک عمل میں لایا جاتا تھا۔ چنانچہ مکے پر چڑھائی کی آخری نوبت میں جب ایک افسر نے یہ خیال آرائی کی کہ اب مکے کا سر نیچا کیا جائے گا اور اسے لوٹ

لیا جائے گا، تو فوراً اُسے علیحدہ کر کے کمان دوسرے افسر کے سپرد کر دی گئی، اور عام منادی کرادی گئی کہ مکہ معظمہ اور قبلہ مسلمانان کا سرینچا نہیں بلکہ اس کی غرت میں آج سے مزید اضافہ ہوگا، اور شہر میں ہر طرح امن و امان ملحوظ رکھا جائے گا۔ فوج کی تنظیم اپنے فطرتی رجحانات کے مطابق تھی اور سر قبیلہ اپنے ہی افسروں کی سرکردگی میں کار گزار تھا۔ مہاجرین، انصار، اسلم، غفار وغیرہ کے رضا کار سب کے الگ الگ دستے تھے۔ لیکن ایک ہی کل کے پُڑوں کی طرح پوری ہم آہنگی کے ساتھ کام کرتے تھے۔



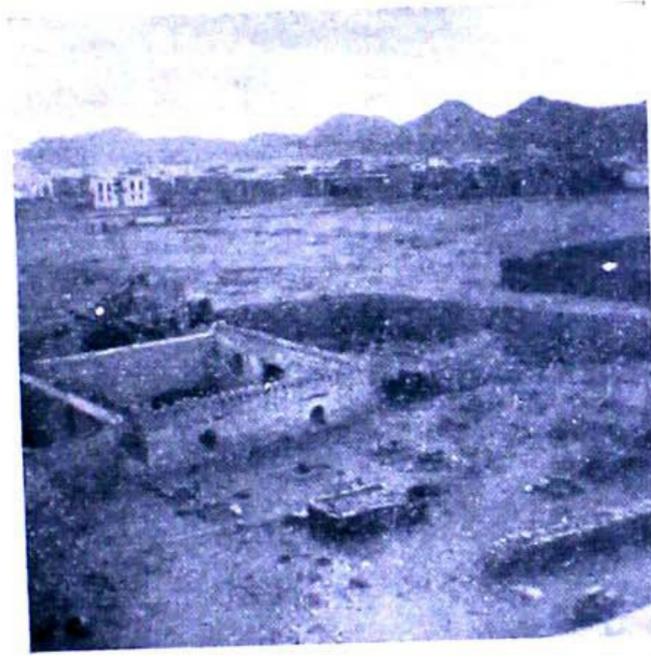
مسجد ابن عباس - طائف

$\frac{ج}{۲}$



قلعہ طائف

$\frac{ج}{۱}$



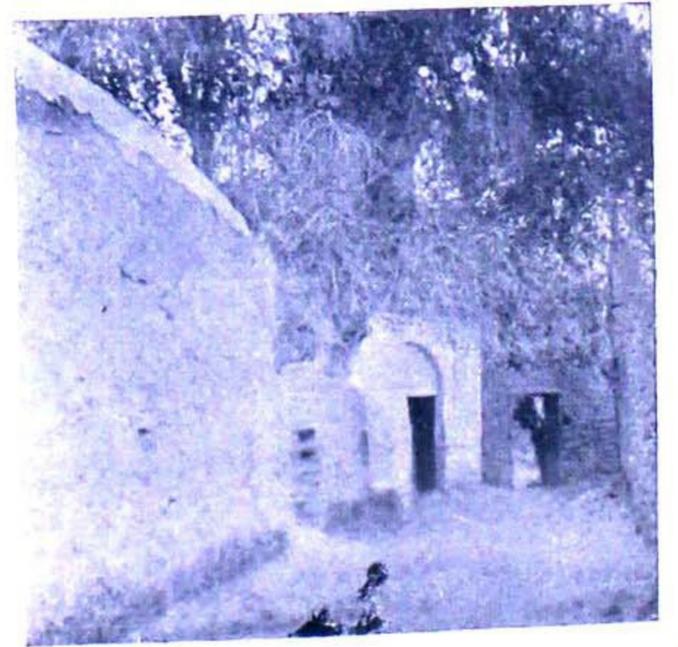
مقابر شہداء و ضریح حضرت زید بن ثابت - طائف

$\frac{ج}{۳}$



طائف کے راستے میں وادیاں

$\frac{ج}{۵}$



زرخیز طائف کا عظیم الشان درخت انجیر

$\frac{ج}{۴}$

حُنین اور طائف

(تساویر ج ۱)

یہ عجیب بات ہے کہ حُنین کا مشہور اور اہم میدانِ جنگ جس کا قرآن میں نام کے ساتھ ذکر ہے، صدیوں سے گوشہ گمنامی میں چلا گیا ہے، اور پرانے جغرافیہ نگاروں کو یہ تک معلوم نہ ہو سکا کہ حُنین کس جگہ واقع تھا۔ وہ مختلف روایتیں بیان کرتے ہیں جن میں باہم تطابق کی کوئی صورت نہیں اور مجبوراً اُن کے باہم تعارض کے باعث سب ہی کو ساقط اور نظر انداز کر دینا پڑتا ہے۔ حالیہ سالوں میں متعدد اہل علم سیاحوں نے اس جگہ کا پتہ لگانے کی کوشش کی، اور ۱۳۵۷ھ کے اواخر میں حج کے زمانے میں آٹھ سال کے وقفے کے بعد میں نے اس کی دوسری مرتبہ جستجو کی، اور اب کی دفعہ ساٹھ ستر میل کی مسافت گدھے پر طے کرنے کے باوجود بھی گوہرِ مراد، افسوس سے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ہاتھ نہ آیا۔ اصل میں ہم لوگ اب تک حُنین کو مکے اور طائف کے بیچ میں ڈھونڈتے رہے ہیں، اور اب میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ تصور ہمارا ہی ہے کہ مقصد کو نہیں پہنچتے۔ سب لوگ جانتے اور مانتے ہیں، اور احادیث میں بھی صراحت سے ذکر ہے کہ سوائے تبوک کے موقع کے آنحضرت ہمیشہ فوجی مہموں میں توریہ (دکھاوا) فرمایا کرتے تھے اور غیر سمت میں چل کر نامانوس اور سنسان راستوں سے گزر کر دشمن کو انجان جالتے تھے۔ اس لئے یہ قطعاً غیر یقینی ہے کہ آنحضرت مکے سے طائف کو سیدھے راستے سے گئے ہوں۔

یوں بھی سیرت نبویہ کی کتابیں بتاتی ہیں کہ حُنین کی لڑائی جبلِ اوطاٹس کے دروں اور پڑپچ وادیوں کے قریب ہوئی۔ دوسری اہم تفصیل ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ حُنین سے فارغ ہو کر جب آنحضرت طائف کا محاصرہ کرنے روانہ ہوئے تو نخلہ میاں نے اور قرن سے ہوتے ہوئے پہلے مقام لیبہ پر پہنچے اور

وہاں سے آگے بڑھ کر خاص طائف کی تفصیل کے نیچے آٹھیرے۔

یہ دونوں تفضیلیں بڑی اہم ہیں، اولاً اوٹاس کے متعلق یہ یاد رہے کہ اس نام کا پہلا یا وادی نہ تو مکے اور طائف کے بیچ میں کہیں واقع ہے اور نہ طائف کے آس پاس کسی جگہ۔ البتہ خدا بخشے سلطان عبدالحمید خاں ثانی کو انھوں نے حجاز ریلوے ڈالی تو انجنیروں سے ایک نقشہ بھی تیار کرایا اس نقشے میں مقام اوٹاس طائف کے شمال مشرق میں کوئی تیس چالیس میل پر اب تک بھی مشہور ہونا بتایا گیا ہے۔

وادی لیثہ قدیم سے بڑی مشہور جگہ ہے اور میں نے اسے شہر طائف کے تقریباً مشرق جنوب مشرق میں کوئی چھ میل پر ایک زر خیز اور آباد گاؤں پایا۔

ایک اور اہم چیز جو قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ ہوازن کا قبیلہ اب بھی موجود ہے، اور یہ طائف سے وہاں کے لوگوں کے بیان کے مطابق کوئی تیس دن کے فاصلہ پر رہتا ہے، اور اگر میری یاد غلطی نہیں کرتی تو یہ اسی سمت میں رہتے ہیں جدھر مقام اوٹاس نقشہ حجاز ریلوے میں بتایا گیا ہے۔

اب رسول کریم کی فوجی نقل و حرکت بہت صاف سمجھ میں آ جاتی ہے، اور وہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہوازن کو قبیلہ شہر طائف میں پہنچنے سے روکا جائے۔ آپ مکے سے تقریباً شمال میں روانہ ہوتے ہیں اور نصف دائرہ سا راستہ بنا کر حنین پہنچتے ہیں اور تھوڑی سی دشواری کے بعد دشمن کو تڑپ کر کے اور ان کے بیوی بچوں اور مال مویشی کو گرفتار کر کے حفاظت سے مکے کی سمت میں روانہ کر دیتے ہیں پھر اسی طرح چکر دار راستے سے آگے بڑھتے ہوئے اوٹاس سے ہو کر لیثہ پہنچتے ہیں اور وہاں کی گڑھی منہدم کر دیتے ہیں (ابن ہشام ص ۸۷۲) اس کی فتح اہل طائف کے لئے بڑا معاشی دکھ پہنچاتی ہے، اور پھر آگے بڑھ کر طائف کو ایک ایسے رخ سے آکر گھیر لیتے ہیں، جدھر وسیع میدان ہیں۔ اور پڑاؤ وغیرہ کی سہولت ہے۔ مگر جدھر سے آپ کے آنے کا اہل طائف کو گمان نہیں ہو سکتا تھا۔

حنین غالباً جبل اوٹاس کی ایک وادی کا نام تھا۔ میں غلط فہمیوں میں مبتلا رہ کر سفر حجاز کے مواقع پر ادھر نہ جاسکا۔ اس لئے وہاں کی تفصیل دینی ممکن نہیں ہے۔ احباب (۲۰۶۶) میں ایک شخص کے اس موقع پر افسر مال غنیمت مقرر ہونے کا ذکر ہے جو یقیناً ہر لڑائی میں ہوتا ہوگا۔ چنانچہ جنگ بدر کے سلسلے میں بھی ابن ہشام (ص ۴۵) نے اس کا ذکر کیا ہے۔

طائف تقریباً تین ہزار فٹ کی بلندی پر ایک سطح مرتفع ہے۔ مکے سے وہاں پہنچنے کے تین راستے ہیں۔ قریب ترین راستہ جو عرفات سے گزر کر جبل کراہ کے دامن میں پہنچتا ہے، اور پھر ایک دشوار پہاڑی چڑھائی کے بعد طائف پہنچا دیتا ہے، وہ صرف گدھوں کے ذریعے سے طے کیا جاسکتا ہے، یہ تقریباً پچاس ساٹھ میل ہوگا اور عصر کو سوار ہوں تو آدھی رات تک چل کر صبح تک وقفہ لیتے ہیں پھر ظہر تک طائف پہنچ جاتے ہیں۔ دوسرا راستہ جو حجرانہ سے گزرتا ہے اونٹوں کے راستے سے طے ہوتا ہے، مجھے اس کی واقفیت نہیں، تیسرا راستہ اب وادی نعمان اور مسیل سے گزر کر موٹر میں طے ہوتا ہے اور ڈاک کی موٹر اس ستر پچھتر میل کی مسافت کو تین چار گھنٹوں میں طے کر لیتی ہے، اور ہموار چوڑی وادیوں میں شاید ہی کہیں دشوار گزار راستہ آتا ہو۔

خود طائف میں قدیم زمانے میں قبیلہ وار محلے تھے اور ایک دوسرے سے قرآننگ دو فرلانگ میل دو میل کے فاصلے پر۔ اور ہر محلے کے ساتھ زراعت اور باغبانی کے الگ انتظامات تھے۔ ایسے بہت سے محلے اب کھنڈر نظر آتے ہیں مگر بعض قدیم محلے اب بھی باقی ہیں۔ اور وادی وچ سے سیراب ہوتے ہیں جو تقریباً نصف دائرہ بناتی ہوئی گزرتی اور بارش کے سوا اور دونوں میں خشک ہو جاتی ہے کیونکہ کسی بند کا اس پاس انتظام نہیں ہے۔ پانی کے چشمے البتہ متعدد ہیں اور انہیں سے کاریز (زہیں دوز نہریں) نکال کر باغوں کو سیراب کیا جاتا ہے۔ قدیم زمانے میں بعض ایرانی انجنیروں کی مدد سے آبادی کا ایک محفوظ اور مسطح حصہ دیکھ کر ایک فصیل کے ذریعے سے قلعہ بند کر لیا گیا تھا اور اسی حصے کو "طائف" (گھیرا) کہتے تھے ورنہ پوری آبادی وچ کہلاتی تھی۔ مقامی روایات کے مطابق لات اور عزی کے بت خانے بھی اسی "گھیرے" کے اندر تھے۔ ایک کی جگہ آج کل سرکاری ہوٹل یا مہمان خانہ بنا ہوا ہے اور دوسرے کی جگہ ایک بڑا سا خانگی گھر موجود فصیل ترکی دور کی یادگار ہے لیکن اس کا کم از کم کچھ حصہ ضرور قدیم "گھیرے" ہی کی جگہ ہے کیونکہ شہدار محاصرہ طائف کی قبریں مسجد ابن عباس سے متصل فصیل کے عین نیچے ہی اب تک موجود ہیں۔ اور وہیں حضرت زید بن ثابت (کاتب وحی و میر تقی دربار رسالت) بھی آرام فرما رہے ہیں۔ اور بقول ابن ہشام (ص ۸۷۲) اسی مسجد کے پاس اسلامی پڑاؤ تھا۔

کسی قلعے کا محاصرہ کرنا طائف میں اسلامی فوجوں کے لئے ایک نیا تجربہ تھا اور ظاہر ہے کہ صحرائین

خانہ بدوش بدوی جمعیوں کے مقابلے کے لئے جو اصول جنگ کام آتے ہیں وہ بہت کچھ بے کار تھے۔ اسی لئے آنحضرت نے منجیق، دبایے اور عرادے اور اسی طرح کے قلعہ شکن آلات استعمال فرمائے اور پھر معاشی و باؤ ڈالنے کے لئے بیرون قلعہ ان کے باغوں کو تباہ کر دینے کی دھمکی دی۔ مگر چونکہ رحمت للعالمین اور نبی کا منشا وہ نہیں ہو سکتا تھا جو عام فاتحوں کا کہ حریف کو ہر طرح نقصان پہنچائیں اس لئے اہل طائف کی التجا پر باغوں کی مزید قطع و برید روک دی گئی

دوسری تدبیر یہ اختیار فرمائی کہ ایک اعلان شائع فرمایا کہ دشمن کے ملک کا جو غلام بھاگ کر آ کر اسلام قبول کرے وہ آزاد سمجھا جائے گا۔ یہ قاعدہ بھی، جو فقہ اسلامی میں داخل ہو چکا ہے، رنگ لائے بغیر نہ رہا۔ ایک اور انتظام یہ فرمایا گیا کہ محاصرے کے لئے منجیق اور دباؤوں وغیرہ کے بنانے اور چلانے کی تربیت حاصل کرنے کے لئے چند قابل کاریگروں کو جرش نامی مقام پر روانہ فرمایا۔ یہ طائف کے جنوب میں کچھ فاصلے پر تھا۔ نہ کہ عرب کے شمال میں جیسا کہ شبلی مرحوم نے سیرت البنی میں لکھا ہے عرب کے شمال میں جو اس کا ہمنام شہر تھا اس سے سیرت البنی کے کسی خاص اسم واقعے کو کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ اس مقام (جرش) پر جو طائف ہی کی طرح ایک فصیل اور محفوظ شہر تھا یہودیوں کی خاصی آبادی تھی جیسا کہ خود طائف میں بھی تھی۔ اور غالباً ان آلات کی صفت انہیں یہودیوں میں تھی جیسا کہ خیبر کے یہود میں بھی نظر آتی ہے۔ (مغازی الواقدی، ورق ۱۵۱)

ایک اور انتظام واقدی (ورق ۲۰۸ ب) کے مطابق فصیل کے اطراف کاٹے لکھیر دینا تھا: (ونثر رسول اللہ المحسک سعس حسک من عیدان حول حصنہم)

اہل طائف کو غالباً اس طرح محصور ہونے کا اس سے پہلے بارہا تجربہ ہوا ہو گا۔ وہ اس کی مدافعت کی تدبیروں سے اچھی طرح واقف معلوم ہوتے تھے۔ منجیق سے انہیں کوئی خاص نقصان نہ پہنچا اور دبایے میں بیٹھ کر فصیل شکنی کو انہوں نے دہکتی ہوئی تولادی میخوں سے دباؤوں پر منڈھے ہوئے چمڑے کو جلا کر اور عام لوگوں کو تیر اندازی کا نشانہ بنا کر قریب آنے سے کامیاب طور پر روکا۔ شہر میں کھانے پانی کی کمی نہیں معلوم ہوتی تھی۔

غرض ان مختلف وجوہ سے آنحضرت نے محاصرہ اٹھالیا اور واپس ہو گئے۔ جعرانہ پہنچ کر ہوازن سے

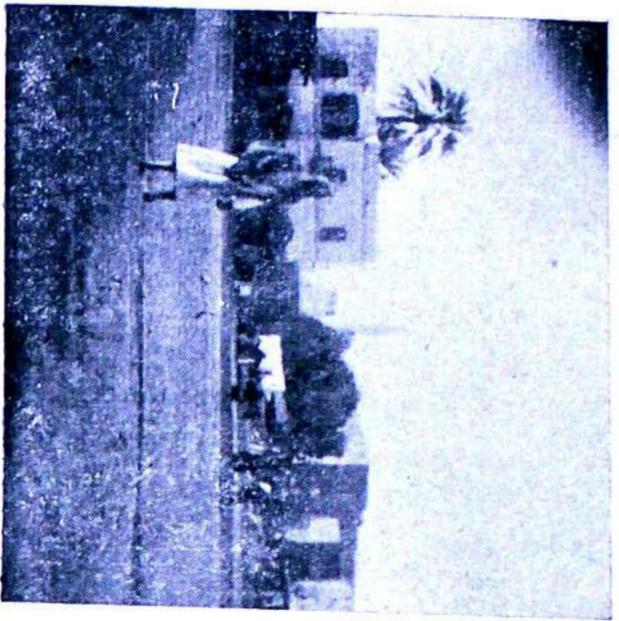
۱۵ ابن ہشام ص ۸۴۲ یا طبری ص ۱۶۴۲ ۱۶ ابن ہشام ص ۸۴۳ ۱۷ ابن ہشام ص ۸۴۲
 ۱۸ ابن ہشام ص ۸۶۹ - ابن سعد ج ۱ ص ۵۲ ۱۹ سیرت البنی (طبع دوم) جلد ۲ ص ۷۷ ۲۰ ابن ہشام ص ۹۵۲
 ۲۱ فتح المبدان للبلاذری ص ۱۵۶ ۲۲ ابن ہشام ص ۸۴۳

اوطاس میں لوٹے ہوئے مال غنیمت کی تقسیم کی۔ اور کچھ دن بعد اہل ہوازن کے وفد کے آنے پر ان کے تمام بیوی بچوں کو واپس فرمادیا اور اس طرح طائف کو اس کے سب سے بڑے مددگار سے بچھڑا دیا اور یوں بھی طائف کے چاروں طرف اسلامی اثرات جو کافی تھے روز بروز بڑھتے ہی چلے گئے اور محاصرے میں کامیاب مدافعت کے باوجود سال چھ ماہ کے اندر ہی انہوں نے اپنا وفد مدینہ بھیجا اور لات وغزلی کو توڑ کر خدائے واحد کے پرستار بن گئے۔

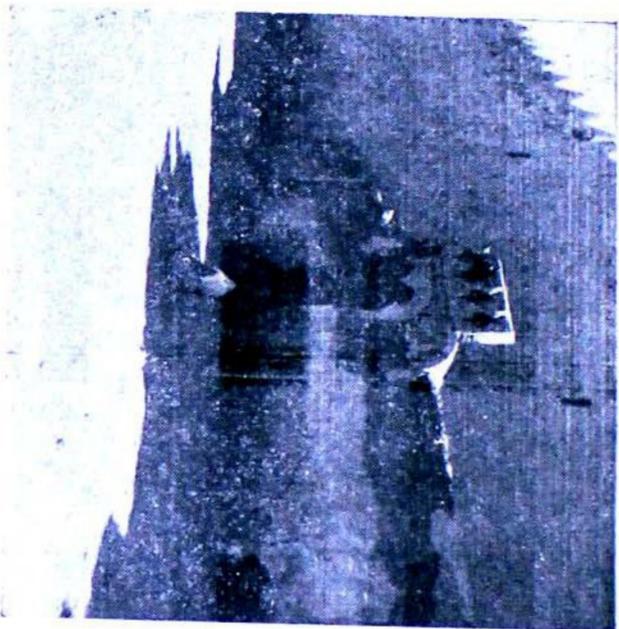
یہودیوں کی لڑائیاں

پہلی لڑائی بنو قینقاع سے ہوئی۔ یہ لوگ مدینے میں اسلامی آبادی کے اندر ہی رہتے تھے اور سنار کا کام کرتے تھے۔ اور آنحضرت کے حکم پر جان بچی لاکھوں پائے کہتے ہوئے شہر چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اور اس اخراج کی نگرانی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بقول طبری (ص ۱۳۶) ایک خاص افسر مقرر فرمایا تھا نینان کے محلے کے محاصرے کے دوران میں اسلامی محلوں میں نائب بھی چھوڑا تھا۔ اس کے بعد بنو النضیر سے جنگ اُحد کے بعد جھگڑا ہو گیا۔ اور آنحضرت نے ان کے محلے کا محاصرہ کر لیا۔ جیسا کہ اوپر دیکھا گیا ہوگا، مدینے کے محلوں کی صورت یہ تھی کہ چند مکان ہوتے تھے جن میں حسب ضرورت و مقدرت گڑھیاں اور قصر ہوتے تھے اور یہ سب لاوے کے پتھر سے تعمیر ہوتے تھے ان سے قریب ہی باغ اور نخلستان تھے جو ان کی بسبر برد کا کافی بڑا ذریعہ تھے۔

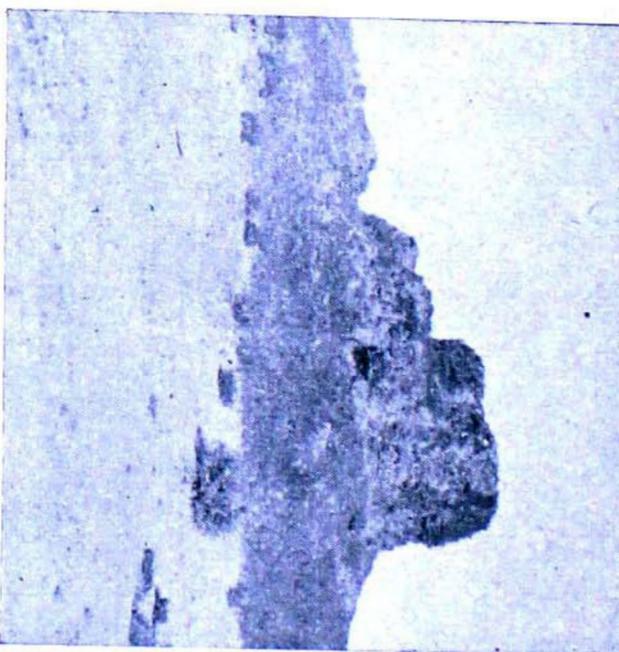
بنو النضیر کا محلہ حترہ شرقیہ میں مسجد نبوی کے جنوب مشرق میں تھا۔ (نقشہ کے لٹھاویر کے) اور ان کے اور بنو قریظہ کے محلے میں عوالی کے باغ حد فاصل تھے۔ ان لوگوں کی تعداد بظاہر دو ڈھائی ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ مورخ لکھتے ہیں کہ ان کا محاصرہ کرتے ہوئے آنحضرت نے اپنا پڑاؤ ایسی جگہ ڈالا کہ انھیں بنو قریظہ سے مدد کی توقع نہ رہی۔ چنانچہ وہاں مسجد شمس جسے مسجد الفیضیخ بھی کہتے ہیں ایک اس کی یادگار ہے۔ دوسری ایک تفصیل جس کا قرآن میں بھی اشارہ ذکر ہے، وہ یہ ہے کہ تیرا اندازی وغیرہ جنگی ضرورتوں سے ان کے باغوں سے بعض کھجور کے درخت بھی کاٹنے پڑے تھے، جس سے مدینے کی گڑھیوں کی حفاظت کے سامان کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔



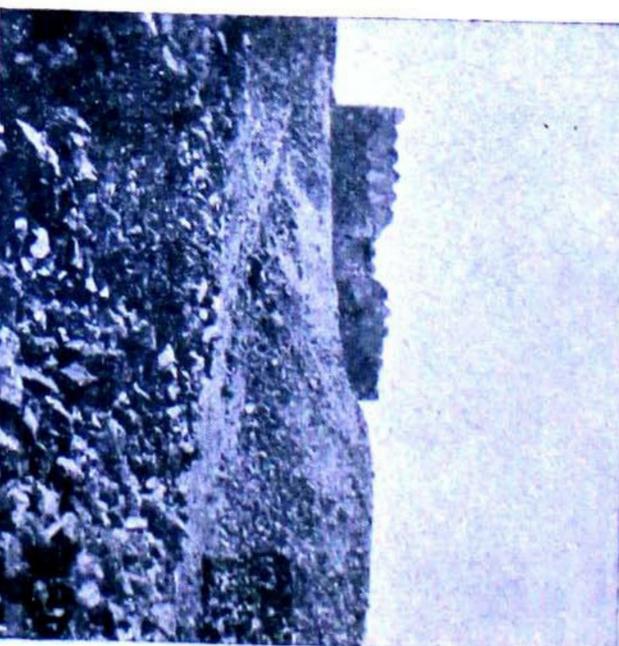
۱- مسجد نجامہ
(عید گاہ جہان سے عہد نبوی میں
گھڑ دوڑ شروع ہوتی تھی)



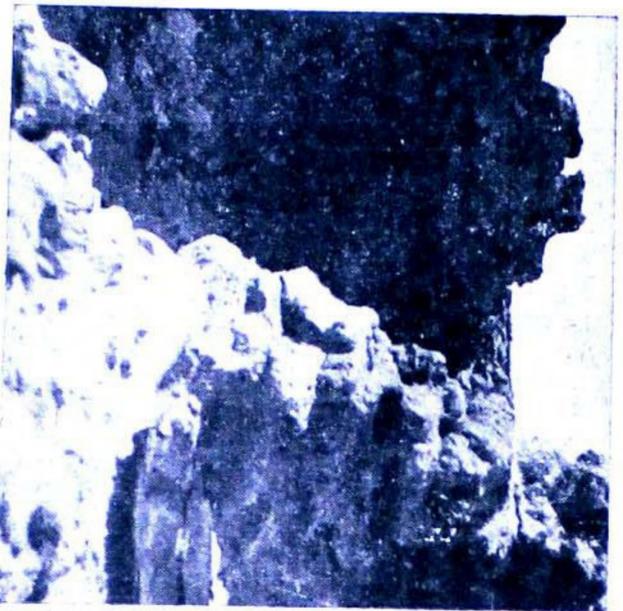
۲- سقیۃ بنی ساعدہ
خزانہ خلافت صدیق کا فیصلہ



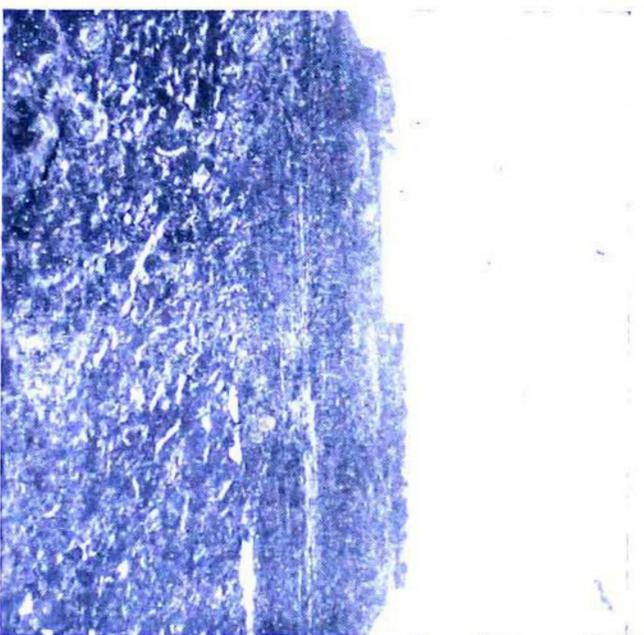
۳- اطعم الضحیان
(مدینہ میں قبل اسلام کی گڑھی)



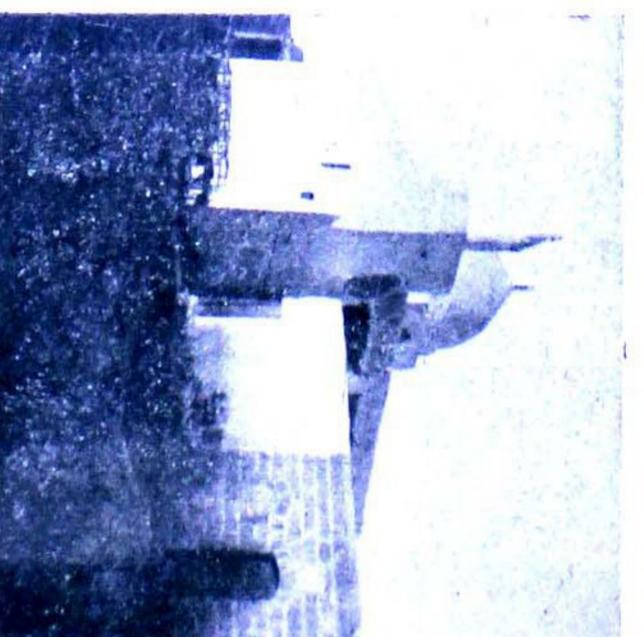
۴- انبیۃ الوداع جہان ہجرت کے لیے
۱ وقت رسول کریم کا استقبال ہوا
(طعم البدر علیہا۔ من ثنایات الوداع)



۵- قصر کعب بن اشرف کا
متصلہ سنگیں حوض



۶- کعب بن الاشرف (بنو النضیر)
کا گھنڈر قصر



۷- مسجد السبق (جہان رسول کریم
گڑ دوڑ کے نتائج جانچنے کے لیے
ہوئے تھے)

اس لڑائی کی اس سے زیادہ اور تفصیلیں معلوم نہیں سوائے اس کے کہ محاصرے سے تنگ آ کر انہوں نے ہتھیار ڈال دیے اور سامان ساتھ لے کر مدینہ چھوڑ کر کہیں اور جا بسنے پر آمادہ ہو گئے۔ چند شام گئے اور اکثر خیر چلے گئے۔ بنو قینقاع کی بستی تو آج کل محض میدان ہے، البتہ بنو النضیر کی بستی میں کعب بن الاشرف کا قلعہ اب تک کھنڈر ہی سہی نظر آتا ہے۔ اور زمانہ جاہلیت کی عربی تعمیر کا ایک اچھا نمونہ ہے (تھاویر پیک) بنو النضیر کی بستی کے جنوب میں حرہ شرقی میں وادی مدینب کے قریب ایک چھوٹا سا ٹیلہ ہے۔ اس پر قصر کعب بن الاشرف کی دیواریں تقریباً گز سوا گز اونچی اب تک کھڑی ہوئی ہیں۔ قصر کے اندر ہی ایک کنواں ہے جو ظاہر ہے کہ محاصرے میں کام آتا ہو گا۔ ٹیلے کے دامن میں اور قصر سے متصل ایک بڑے پختہ گچ اور پتھر سے بنے ہوئے حوض کے اب تک آثار باقی ہیں جس میں پانی کو ایک حصے سے دوسرے میں گزارنے کے لئے پکی مٹی کے نل بھی اب تک نظر آتے ہیں۔

بنو قریظہ کے محاصرے کے حریاتی حالات ہمیں اس سے بھی کم معلوم ہیں، سوائے اس کے کہ ان کے مال غنیمت سے شام اور نجد میں اسلحہ اور گھوڑے خریدے گئے (سیرۃ الشامی) خیبر کا تذکرہ بہت دلچسپ ہو سکتا لیکن باوجود کوشش کے مجھے خیبر جانے کا موقع نہ مل سکا، اس لئے اس کا تذکرہ کلسی آئندہ فرصت کے لئے اٹھار کھنا پڑتا ہے۔ یہی حال موتہ اور تبوک کا ہے اور تمنا ہے کہ جلد ان پر بھی کچھ کام کیا جاسکے۔

یہودیوں کی جنگ کے سلسلے میں امام محمد الشیبانی اور غالباً انھیں کی بنیاد پر الحسنی نے (المبسوط میں) لکھا ہے کہ بنو قریظہ کی جنگ میں آنحضرت کو بنو قینقاع نے مدد دی۔ یہ بیان عجیب سا ہے کیونکہ بنو قینقاع بدر کی لڑائی کے بعد ہی مدینے سے نکال دیے گئے تھے یہ اگر یہ بیان جو الشیبانی وغیرہ نے لکھا ہے صحیح ہے تو اس کے معنی غالباً یہی ہونگے کہ بنو قینقاع کو جو سزا دی گئی وہ اس بڑے قبیلے کے صرف چند خاندانوں کی حد تک محدود ہو گی کیونکہ جس تصور پر وہ فیصلہ کیا گیا تھا اس کے ذمہ دار بھی چند ہی گھرانے تھے۔

سیرۃ الشامی میں جنگ خیبر کے سلسلے میں لکھا ہے کہ وہاں ایک قلعے کے زمین دوز راستے

۱۔ ابن ہشام ص ۶۵۳ - طبری ص ۱۴۵۲ کے مطابق وہ گاتے بجاتے دھوم دھام سے نکلے۔ ۲۔ کتاب الاصل باب السیر
مخطوطات استانبول ۳۔ الملبوط ج ۱۰ ص ۲۳ ۴۔ ابن ہشام ص ۵۲۶ ۵۔ ابن ہشام ص ۵۲۵

کا پتہ آنحضرت کو ایک یہودی ہی نے دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ خیبر کے محصور قلعوں سے یہودی مسلمانوں پر منجنيق سے پتھر پھینکا کرتے تھے۔ غالباً اسی ہمہ گیر مال غنیمت سے دوسرے سال طائف کے محاصرے میں آنحضرت نے منجنيق اور دباغ وغیرہ استعمال کیے اور نئے بنانے کی طرف متوجہ ہوئے، جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

یہودیوں کے سلسلے میں ایک تیسرا واقعہ جنگی ضروریات کے لئے سرمائے کا ہے۔ اس سلسلے میں ایک دلچسپ واقعہ سیرۃ الشامی میں غزوہ سویق کے ذکر میں ضمناً بیان ہوا ہے۔

سلام بن مشکم وکان سید بنی النضیر سلام بن مشکم اپنے زمانے میں نبوالنضیر کا سردار اور ان کا فی زمانہ وصاحب کثرہم... یعنی بالکنزہما محافظ خزانہ تھا... جزائے سے مراد یہاں وہ مال ہے جسے وہ امال لذی کا نوا جمعونہ لنوا بجم وما یعوض لهم مصائب اتفاقی ضرورتوں کیلئے جمع کیا کرتے تھے۔

اس قبیلہ واری سرمائے کا ذکر خیبر کے سلسلے میں بھی ملتا ہے اور طبری نے ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ کنانہ بن الزبیع بن ابی الحقیق کے پاس مدینے کے جلاوطن نضیریوں کا خزانہ تھا۔ بعض اور روایتوں میں ہے جب اس سے آنحضرت نے مال کا پتہ پوچھا تو اس نے کہا کہ لڑائیوں میں خرچ ہو گیا۔ مگر بعد میں وہ مال ایک کھنڈر میں گڑا ہوا مل گیا۔ اس کی جعلی بھی ایک یہودی ہی نے کھائی تھی (ابن ہشام ص ۷۳)۔

یہ ایک مختصر تذکرہ ہے جو عہد نبوی کے چند اہم میدان ہائے جنگ کے متعلق کچھ دیکھی اور کچھ ٹرہی ہوئی چیزوں کی مدد سے مرتب کیا گیا۔ اس کی کوتاہیوں کے اقرار کے ساتھ یہ اعتراف بھی میرا فریضہ ہے کہ ۱۹۳۲ء میں سفر حجاز کے وقت ان میدانوں کو دیکھنے اور موقع ملے تو ان کے نقشے اتارنے کا مشورہ مجھے اپنے محترم اسکاوٹ ماسٹر مولوی علی موسیٰ رضا مہاجر صاحب سے ملا تھا جن سے میں نے اپنی کٹافانہ زندگی میں اور خیروں کے ساتھ مساحت اور نقشہ کشی کے مبادی بھی سیکھے تھے۔ اس سفر میں صرف اُحد کا نقشہ تیار کر سکا تھا اور ۱۹۳۹ء کے سفر میں اُحد کا مکمل نقشہ اتارنے کے ساتھ بدر و طائف وغیرہ بھی جانے اور نقشے بنانے کا موقع ملا۔ جامعہ پاریس نے ان پر سوربون میں ایک لکچر کی دعوت دی تھی جو وہاں کے ادارہ علوم اسلامیہ کے رسالے میں فوراً چھپ بھی گیا ہے۔ مقالہ مذکور میں جلدی ہی اتنا کچھ فریڈ اضافہ کرنا پڑا کہ وہ اصل سے دگنا گنا پھیل گیا اور اس اردو مقالے کی صورت میں مرتب ہوا جو اگرچہ فرانسیسی لکچر کا ترجمہ نہیں ہے لیکن اس لکچر کی کوئی اہم چیز یہاں چھوڑی نہیں گئی ہے سوائے غیر حرم کی دریافت کے ذکر کے جو چھ سو سال سے لاپتہ تھا مگر جس کا تذکرہ یہاں غیر متعلق ہوگا، یا حیل سلح کے کتبات کے جن پر جامعہ آکسفورڈ نے ایک لکچر کرایا، اور جو اب سالہ اسلامک کالج (اکتوبر ۱۹۳۹ء) میں چھپ گیا ہے۔ فقط۔

محمد حمید اللہ

لے حسن الزبیر کے حالات سیرۃ شامی میں لے مغازی واقعہ ورق ۱۵۱۵ غزوہ سویق کے حالات شامی میں لے طبری ص ۱۵۸۲ ابن ہشام ص ۷۳

کتابیات

- (۱) سیرة ابن ہشام
- (۲) سیرة الشامی (مخطوطہ قروین، قاس، مراکش)
- (۳) تاریخ الطبری
- (۴) تفسیر الطبری
- (۵) البدایہ والنہایہ لابن کثیر
- (۶) طبقات ابن سعد
- (۷) وفار الوفاء للسمودی
- (۸) معازی الواقعی (مخطوطہ برٹش میوزیم)
- (۹) مرآة الحرمین لاجدر فعت باشا (۲ جلد)
- (۱۰) نظام الحکومت النبویہ المسمی الترتیب الاداریہ للکفانی (۲ جلد)
- (۱۱) الاستیعاب لابن عبد البر
- (۱۲) الاصابہ لابن حجر
- (۱۳) التنبیہ والاشراف للمسعودی
- (۱۴) الوثائق السیاسیہ لعہد النبی والخلافة الراشدة لمحمد حمید اللہ (قاہرہ ۱۹۲۰ء)
- (۱۵) قرآنی تصور مملکت (قرآنک ورلد، اپریل ۱۹۳۶ء) (انگریزی) (نیز معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۳۶ء)
- (۱۶) شہری مملکت مکہ (اسلامک کلچر، جولائی ۱۹۳۸ء) (انگریزی) (نیز معارف اعظم گڑھ، جنوری و فروری ۱۹۳۶ء)
- (۱۷) دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور (مجاہد طیلسانین، جولائی ۱۹۳۹ء) (نیز اسلامک رولو، ووکننگ گٹ ٹاؤن ہمبرگ)

- (۱۸) سرور کائنات کی حکومت (مجلہ جامعہ، مارچ - اپریل ۱۹۳۱ء)
- (۱۹) عربوں اور بیزنطینیوں کے تعلقات (مجموعہ تحقیقات علمیہ جامعہ عثمانیہ سالیانہ سوم)
- (۲۰) عربی جہشی تعلقات اور نو دستياب شدہ مکتوب نبوی بنام نجاشی - (مجلہ نظامیہ ربع الاول ۱۹۳۱ء)
- (۲۱) عہد نبوی کے عربی ایرانی تعلقات (معارف جولائی ۱۹۳۲ء)
- (۲۲) عدل گستری ابتدائے اسلام میں (مجلہ عثمانیہ، مارچ ۱۹۳۸ء) (نیز معارف اعظم گڑھ - جولائی ۱۹۳۲ء)
- (۲۳) تجارت کا تعلق آنحضرت اور خلفائے راشدین سے (تجلی، حیدرآباد، اردی بہشت ۳۳۶ء)
- (۲۴) عہد نبوی کا نظام تعلیم (اسلامک کلچر جنوری ۱۹۳۹ء) (انگریزی) (نیز معارف اعظم گڑھ نومبر ۱۹۳۱ء)
- (۲۵) عہد نبوی کی سیاست خارجہ کے بعض اصول (تالیف قلبی) (مجلہ نظامیہ ربع الاول ۱۳۵۷ھ)
- (۲۶) عہد نبوی کی سیاست کاری کے اصول (سیاست جنوری ۱۹۳۷ء)
- (۲۷) ہجرت (یانوآباد کاری) (سیاست جولائی ۱۹۳۷ء)
- (۲۸) آنحضرت کا خط قصر روم کے نام (معارف، جون ۱۹۳۵ء)
- (۲۹) مکتوبات نبوی کے دو اصول (مجلہ عثمانیہ جون ۱۹۳۶ء)
- (۳۰) فتح مکہ نمبر (ربیع دکن ۲۲ - رمضان ۳۵۵ھ)
- (۳۱) مدینہ منورہ کے چند عربی کتبے (اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۳۹ء) (انگریزی)
- (۳۲) رسول کریم کی سیرت کا کیوں مطالعہ کیا جائے (تالیف محمد حمید اللہ)
- (۳۳) اسلامی سیاست خارجہ عہد نبوی اور خلافت راشدہ میں - از محمد حمید اللہ (مطبوعہ پاریس ۱۹۳۵ء) (فرینچ)
- (۳۴) عہد نبوی کے میدان جنگ R.E.1 پاریس جنوری ۱۹۳۹ء (فرینچ)
- (۳۵) غیر جانبداری اسلامی قانون بین الممالک میں ZDMG برلن، جنوری ۱۹۳۵ء (جرمن)
- (۳۶) شمار المدینۃ المنورہ لعبد القدوس الهاشمی المدنی



نشریہ شرکت وراقت دکن
(۲)

عہدِ نبوی کے میدانِ جنگ

اعزوی

انرا

محمد حمید اللہ

استاذ قانون بین الممالک

جامعہ عثمانیہ



۱۳۶۴ھ م ۱۳۵۴ھ ف م ۱۹۴۵ء

پریس عہدگذار مکتبہ پاکستان، ۵۴ سرکلر روڈ ڈیراں موجی دروازہ عم سکہ عثمانیہ لاہور

سول ایجنٹ - بیرون حیدر آباد

مکتبہ پاکستان، ۵۴ سرکلر روڈ - بیرون موجی دروازہ - لاہور